

مکمل مدلل

# مسائل شب برات و شب قدر

قرآن و سنت کی روشنی میں

حضرات مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق و تائید کے ساتھ

مؤلف

مولانا محمد رفعت قاسمی  
مدرس دارالعلوم دیوبند

الناشر

مکتبۃ الحسنین

33، نئی نگر، لاہور

فون: 042-7241358، 0300-4320699  
ٹیکسٹ: 042-7241358، 042-7018002



نام کتاب ..... مسائل شب برأت و شب قدر

مصنف ..... مولانا محمد رفعت قاسمی

باہتمام ..... عبدالقدیر

تعداد ..... 1100

قیمت ..... 66 روپے



الناشر

مکتبۃ الحسنین

33-حق شریٹ اردو بازار لاہور

فون 042-7241355 موبائل 0300-4339699  
فون 042-7018002 فیکس 042-7241355

1100  
1100/1100

## فہرست عنوانات مسائل شب برات و شب قدر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱	شب برات کیا ہے؟	۶	انتخاب
۲۲	حضرت جبرائیلؑ کی آمد	۷	عرض مؤلف
۲۳	شب برات مبارک کیوں؟	۸	تصدیق فقیہہ امت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب امت برکاتہم
۲۵	شب برات میں نظام خداوندی فرشتوں کی عیدیں	۹	مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند ارشاد گرامی حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند رائے گرامی مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب زید مجتہد مفتی دارالعلوم دیوبند آیات قرآنی مع ترجمہ وجہ تفسیر
۲۶	موت و حیات کے فیصلہ کی رات	۱۰	شعبان کے حروف
۲۸	سال بھر کے بچت کی منظوری کی شب درخواست کی پیشی کا وقت	۱۲	شعبان کی قدر و قیمت
۲۹	درخواست کا مضمون	۱۳	شعبان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل
۳۰	شب قدر کی پوشیدگی کی حکمت	۱۴	بہترین انتخاب
۳۲	شب برات ظاہر کرنے کی حکمت	۱۵	فضائل شب برات
۳۳	شب بیداری کی چوڑھ راتیں	۱۶	خصوصیات شب برات
۳۴	ہر رات لیلۃ القدر ہے	۱۷	امتحان کا وقت
۳۵	شب برات میں رسول اللہ کا عمل		
۳۷	أم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی فرست		
۳۸	خدائی نظام کی توہین		
۳۹	رات کے کس حصہ میں جاگیں؟		
۴۰	شیطان زھوکہ		
۴۱	مبارک رات میں گناہ کرنا		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۵	نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے	۴۱	اس رات کے گناہ
۶۷	مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا	۴۲	الغیبہ نماز کی حقیقت
۶۹	آتش بازی کی تاریخ	۴۳	بخشش کی رات میں بھی محرومی
۷۰	آتش بازی کا حکم	۴۵	محرومین کی فہرست
۷۱	یا جوج ماجوج کی مشابہت	۴۶	مشک
۷۲	آتش بازی کے نقصانات	۴۷	کہینہ کیا ہے؟
۷۳	شبِ برات میں قبرستان کے کاشتوت	۴۸	قطع رحمی کیا ہے؟
۷۴	کیا عورت زیارت قبور کر سکتی ہے؟	۴۹	ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال
۷۵	کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟	۵۱	گتے کا شرعی حکم
۷۶	قبرستان جانے کے آداب و احکام	۵۳	تصویر کا شرعی حکم
۷۷	قبرستان جانے کا مسنون طریقہ	۵۴	علم نجوم
۷۸	کیا مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں؟	۵۵	شراب نوشی کا حکم
۷۹	ایصالِ ثواب کے چند ضروری مسائل	۵۶	غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم
۸۲	شبِ برات کی رسومات	۵۸	والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم
۸۵	شبِ برات میں حلوہ پکانا اور کھانا	۵۹	شعبان کے روزہ کاشتوت
۸۶	شبِ برات کے اعمالِ مسنونہ	۶۰	شبِ برات کا روزہ رکھنے کی وجہ
۸۷	تنبیہ	۶۱	عورت کے لیے نفل روزہ کا حکم
۸۸	شبِ برات کی مخصوص دعائیں	۶۲	عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟
۸۹	شبِ قدر کی عظمت	۶۳	عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب
۹۰	ایک سوال کا جواب	۶۴	جاگنے کا طریقہ
			شریعت کا مقصود
			مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۶	سات کا عدد اور شب قدر	۹۱	کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت {
۱۰۷	دل چسپ نتیجہ	۹۲	میں شب قدر ہوتی ہے؟ {
۱۰۸	سائیسویں شب میں قرآن {	۹۳	شب قدر کے معنی
۱۰۸	ختم کرنا کیسا ہے؟ {	۹۴	شب قدر کیا ہے؟
۱۱۰	شب قدر کی علامت	۹۶	کمانی کی رات
۱۱۲	شب قدر کے اعمال	۹۷	فرشتوں کی آمد
۱۱۲	صلوٰۃ التسبیح	۹۸	شب قدر کی تعیین ہونے کا سبب
۱۱۳	اس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے	۹۹	شب قدر کی پوشیدگی کا راز
۱۱۳	صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر	۱۰۰	شب قدر کا علم حضور علی اللہ
۱۱۳	صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے	۱۰۱	علیہ وسلم کو دیا گیا تھا! {
۱۱۳	جماعت کی جماعت	۱۰۱	کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟
۱۱۵	تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا	۱۰۲	پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں
۱۱۵	نماز میں ہاتھ کی کیفیت	۱۰۳	بزرگیب کون ہے؟
۱۱۶	نماز کا طریقہ	۱۰۴	کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو؟
۱۱۶	تسبیح کے شمار کا طریقہ	۱۰۴	حکمت الہی
۱۱۷	اگر نماز میں بھول ہو جائے؟	۱۰۴	شب قدر کب آتی ہے؟



لَا تَأْتِيكَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ  
 مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ تَحِيرُ مِنَ آفِئْتِهِ  
 تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا يَأْتِي رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ  
 مُسَلِّمٌ تَقْدِهِ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

لَا تَأْتِيكَ فِي لَيْلَةِ مُبَرَكَاتِنَا إِنَّا كُنَّا  
 مُنْذِرِينَ فِيهَا يَفْرُقُ كُلُّ أَمْرٍ خَيْرِهِ

میں اپنی اس کاوش کو اُم المؤمنین زوجہ مطہرہ سیدہ  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب  
 کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن کے ذریعے  
 اسلام کی بہت سی تعلیمات اور ان مبارک راتوں  
 کے اعمال ہم تک پہنچے۔

محرر فعت قاسمی غفرلہ

تس



## عَرَضٌ مَوْلَفُ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين  
وعلى آله وصحبه اجمعين -

الحمد للہ کہ آٹھویں کتاب ”مکمل و مدلل مسائل شبِ برات و شبِ قدر“ ہدیہ ناظرین  
ہے جس میں فضائل و مسائل و بے شمار جزئیات اور اعمالِ مسنونہ قرآن و احادیث کی  
روشنی میں جمع کر دیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احقر کی کاوش میں حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند  
دامت برکاتہم کی نگاہوں سے گزر کر منظرِ عام پر آرہی ہیں، یا اللہ ان تمام حضرات کا سایہ  
عاطفت تادیر قائم رکھیے آمین۔

بارگاہِ ایزوی میں دست بدعا رہوں کہ اپنے فضل و کرم سے سابقہ کتابوں  
مکمل و مدلل مسائلِ امامت، مکمل و مدلل مسائلِ تراویح، مکمل و مدلل مسائلِ روزہ، مکمل  
و مدلل مسائلِ اعتکاف، مکمل و مدلل مسائلِ نمازِ جمعہ، مکمل و مدلل مسائلِ عیدین و قربانی  
اور آدابِ ملاقات کی طرح اس کتاب کو بھی مقبول و نافع دارین بنا کر آئندہ بھی اسی بیج  
پر خدمتِ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

محمد رفعت قاسمی نحفلة مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۲ رجب الثانی ۱۴۱۲ھ

مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۹۱ء

## مصداق

جامع شریعت و سنییت، فقیہ الامت سیدی حضرت مولانا  
 مفتی محمود حسن دامت برکاتہ چشتی، قادری، بہروردی، نقشبندی  
 مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

## باسمہ سبحانہ تعالیٰ

محترم مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند نے دینی سابق تالیفات  
 کی طرح شب برأت و شب قدر سے متعلق مسائل منتشرہ کو مختلف کتب فتاویٰ وغیرہ سے  
 جمع فرما کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ امید کہ اس مجموعہ کے ذریعہ شب برأت وغیرہ سے  
 متعلق بدعات و رسوم کا انسداد ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے، امت کے لیے نافع و مفید بنائے اور مؤلف موصوف  
 کو ترقیات سے نوازے، نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

العبد محمود غفرلہ  
 چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند



## سر شاد گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہ

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی  
سید المرسلین وعلی اصحابہ واتباعہ التابعین  
لہم الی یوم الدین۔

پیش نظر انتخاب قناری اس کے افادیت میں اور ہر شخص کے لیے نافع  
ہونے میں دورائے نہیں اس لیے کہ تمام مندرج کتاب وہ قناری  
من وعن ہیں جو اکابر معتبرین کے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیش نظر تالیف کو بھی عزیز موصوف  
کے دیگر مجموعات کی طرح مقبول و نافع بنائے۔ آمین فقط  
کتبہ العبد نظام الدین

رجب ۱۴۱۲ھ

جنوری ۱۹۹۲ء

## رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الدین صاحب بیٹے مجدد مفتی دارالعلوم دیوبند

المحدث والمتہ کہ مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند کی متعدد کتابیں شائع ہو کر اہل علم اور عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

اب موصوف نے زیر نظر کتاب ”مسائل شب برات و شب قدر“ پر مختلف مستند فتاویٰ لوگوں سے ان کے احکام و مسائل اور فضائل جمع کرنے کی جدوجہد فرمائی ہے اور ماشار اللہ موصوف اپنی اس خدمت میں بھی پہلے کی طرح پورے طور پر کامیاب ہیں۔ میں نے ان کا یہ مسودہ پڑھا، اور خوشی ہوئی کہ اس میں مختلف کتابوں اور فتاویٰ کے مضامین و مسائل بڑے دل چسپ و دل پذیر انداز میں جمع ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ سے پڑھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی، اور بہت سے مسائل جو ذہن میں نہیں تھے وہ بھی میری نگاہوں سے گزرے، اس طرح استفادہ کی صورت بھی سامنے آئی اور دل سے موصوف کے لیے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ مولف موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ اس طرح کی علمی خدمات کا برابر موقع عطا کرتا رہے اور یہ عوام و خواص کو اپنی محنتوں سے مستفید کرتے رہیں، ماشار اللہ قاری صاحب زید مجددہ ابھی جوان ہیں، ہمیں پوری توقع ہے کہ آپ اپنی یہ علمی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔

”مسائل شب برات و شب قدر“ یک جا پڑھ کر ہر پڑھنے والا خوشی محسوس کرے گا اور ان دونوں مبارک راتوں کو صحیح طور پر گزارنے کی اسے توفیق حاصل ہوگی، اور اس طرح وہ بہت ساری برکتیں اور نیکیاں اپنے نامہ اعمال میں جمع کر لے گا جو دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں اس کے لیے کارآمد اور فلاح و صلاح کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

عوام الناس میں اس سلسلہ میں جو غلط بدعات و خرافات پیدا ہو چکی ہیں، ان کی

اس کتاب میں نشاں دہی بھی کی گئی ہے اور ان سے بچنے کی تاکید بھی ہے۔ مختصر یہ کہ زیر نظر کتاب ہر طرح جامع اور مکمل ہے اور ہر طرح کے احکام و مسائل پر حاوی ہے۔

نوجوان علماء، جدید تعلیم یافتہ حضرات اور عوام سبھوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں، ان شاء اللہ ان کی رہ نمائی ہوگی، اور وہ ان راتوں کو اسی طرح گزارنے کی سعی کریں گے جس طرح حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مبارک راتوں کے متعلق حکم فرمایا ہے۔

اخیر میں میری دعا ہے کہ رب العالمین متوفی کی یہ خدمت قبول فرمائے اور اسے ان کی دنیاوی و دینی فلاح کا ذریعہ اور وسیلہ بنا دے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

مورخہ یکم شعبان المعظم ۱۲۱۳ ۱۳ ہجری بوی





شب برات میں امور محکمہ کے فیصلے ہو کرتے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ شب برات میں اس کا بھی فیصلہ کیا گیا ہوگا کیونکہ قرآن شریف کے نازل کرنے سے بڑا امر محکمہ اور کون سا ہو سکتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۵۸)

شب برات میں حکم ہوا کہ اس دفعہ رمضان میں جو شب قدر آئے گی اس میں قرآن نازل کیا جائے گا، پھر شب قدر میں اس کا وقوع ہو گیا، کیونکہ عادتاً ہر فیصلہ کے دو مرتبے ہوتے ہیں، ایک تجویز، ایک نفاذ، یہاں بھی دو مرتبے ہو سکتے ہیں کہ تجویز تو شب برات میں ہو جاتی ہے اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ غرض آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد جو بھی ہو لیکن احادیث سے تو اس رات کا بابرکت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (دست بلوغ ص ۱۲ ج ۲۸)

**وجہ تسمیہ** | شعبان شعب و تشعب سے مشتق ہے جس کے معنی تفرق اور پھیل جانے کے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس ماہ میں روزہ رکھنے والے پر رحمتوں اور بھلائیوں کا نزول ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ مہینہ رحمتوں کے پھیلنے کا ہے اس لیے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۹۹)

**شعبان کے حروف** | شعبان کے پانچ حروف ہیں: ش - ع - ب - ا - ن۔ ان میں ہر حرف ایک ایک بزرگی کی نشان دہی کرتا ہے۔ ش کا اشارہ شرف کی طرف ہے۔ ع بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ب سے مراد برتری یعنی نیکی ہے۔ الف سے مراد الفت اور ن کا حرف نور کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ یہ پانچوں انعامات اللہ کی جانب سے اس ماہ شعبان میں بندوں کو دیئے گئے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۶)

**شعبان کی قدر و قیمت** | ہر عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ شعبان کے مہینہ میں غفلت نہ کرے اور ماہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اس ماہ میں تیاری کر لے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے جو اعمال



اس سے رہ گئے ہیں ان کو پورا کرے۔ ماہ شعبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی و زاری کرے۔ سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرے۔ اس ماہ کی نسبت والے کی طرف یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے تاکہ اس کا دل صاف ہو سکے، اور باطن کے امراض کے لیے دو کام انجام دے۔ یہ کام ملتوی نہ کرے (بلکہ اسی مہینہ میں انجام دے) کیونکہ اصل میں تین ہی دن ہیں، ایک کل کا دن ہے جو گذر گیا۔ دوسرا موجودہ دن جو کام کرنے کا ہے اور تیسرا آئندہ کا دن جو امید کا دن ہے اور آئندہ کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟۔

جو دن گذر چکا ہے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ موجودہ دن کو غنیمت جانا چاہیے اور آئندہ کا دن خطرے کا دن ہے یعنی شاید وہ دن آنے یا نہ آنے یہی حال ان تینوں مہینوں کا ہے۔ رجب گذر جاتا ہے اور رمضان کا انتظار ہوتا ہے یہ کسی کو علم نہیں کہ اس ماہ کے آنے تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ شعبان ان دونوں کے درمیان ہے، اس مہینہ کے آنے پر خدا کی عبادت اور اطاعت غنیمت جانو۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت جانو: بڑھاپے سے قبل جوانی، بیماری سے قبل تندرستی، فقیری سے پہلے تو نگرہی (مالداری)، مصروفیت سے قبل فراغت اور موت سے قبل زندگی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۵۷)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے  
**شعبان اور صحابہ کرام کا عمل**  
 روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اصحاب شعبان کا چاند دیکھ کر قرآن کریم زیادہ پڑھا کرتے تھے، مسلمان اپنے مال سے زکوٰۃ بھی نکالا کرتے تھے۔ تاکہ غریب اور مسکین لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے لیے ان کا کوئی وسیلہ بن جائے۔ حاکم لوگ قیدیوں کو بلا کر ان میں سے جو حد (سزا) جاری کرنے کے لائق ہوتے تھے، ان پر حد





جاری کرتے تھے، باقی قیدی رہا کر دیئے جاتے تھے۔ کاروباری لوگ بھی اسکی نماز میں بااستقامت اپنا قرض ادا کیا کرتے تھے، اور دوسروں سے جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا وصول کر لیا کرتے تھے۔ ماہ رمضان کا چاند نظر آنے پر لوگ غسل کرتے اور احتکاف میں بیٹھ جاتے تھے (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۶)۔

**بہترین انتخاب** | اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے وَ تَرَاتُكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ رِپَارَہ ۲۰ رکو ع ۱۰۔ اللہ جس چیز کو چاہتا

ہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کو چاہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے چار چیزیں چن لیں (منتخب کر لیں) پھر ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا۔ سب فرشتوں میں چار کو بزرگ کیا یعنی جبریل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل پھر ان چاروں میں سے ایک یعنی جبریل کو منتخب فرمایا۔ اور نبیوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہا السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چناں چہ ان میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کر لیا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو چن لیا۔ پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برگزیدہ کیا۔ مسجدوں میں مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد مدینہ یعنی مسجد نبوی، مسجد طور سینا کو چنا گیا، پھر ان میں سے مسجد حرام کو برگزیدہ کیا گیا۔

دنوں میں سب سے بہتر عید الفطر، عید الفصحی، عرفہ اور عاشورہ کے دن ہیں، پھر ان میں سے عرفہ (دس ذی الحجہ) کو دوسرے دنوں پر ترجیح دی گئی۔ راتوں میں شب برات، شب قدر، شب جمعہ، شب عید پسند فرمائیں۔ پھر ان میں سے شب قدر کو سب پر فضیلت دی۔

مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور مساجد العشار چار مقامات کو بزرگی دی، پھر ان میں سے مکہ کو فضیلت بخشی۔ پہاڑوں میں سے چار پہاڑوں کو چن لیا، اُحد، سینا و لکھنؤ اور لبنان۔ اور ان چاروں میں سے طور سینا کو پسند کیا۔

دریاؤں میں ان چار کو فضیلت دی، حیون، یحون، فرات اور نیل۔ پھر ان میں

سے فرات کو افضل قرار دیا۔ مہینوں میں رجب، شعبان، رمضان اور محرم کو بزرگی دی پھر ان میں سے شعبان کو ترجیح دی دوسرے مہینوں پر، شعبان کو پیغمبر کا مہینہ قرار دیا یعنی جس طرح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں سے افضل ہیں، اسی طرح یہ شعبان کا مہینہ بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۵)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے، رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے۔ اور اور شعبان گناہ سے دور کرنے والا ہے، رمضان کا مہینہ آدمی کو پاک صاف کرتا ہے (گناہوں سے)۔

آپ کا ارشاد ہے کہ شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسا مہینہ ہے جس کی بزرگی کا لوگوں کو علم نہیں۔ اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، لہذا میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو اس وقت میں روزہ سے ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رجب دوسرے مہینوں پر وہی بزرگی رکھتا ہے جو قرآن مجید دوسری تمام کتابوں پر۔ اسی طرح شعبان کی بزرگی دوسرے مہینوں پر اسی طرح ہے جس طرح مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی ہے۔ رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی ساری مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی بزرگی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۵)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چار راتیں ایسی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر یکجہوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ عید الضحیٰ، عید الفطر، شعبان کی درمیانی رات اور عرفہ کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کا رزق اور ان کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۲)۔



شبِ برات کو بھی "مبارک" اسی لیے کہا گیا ہے کہ اس رات میں لوگوں پر رحمت اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش نازل ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمانوں کی طرف حکم الہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے۔ مگر مشرک، کیمینہ رکھنے والے، قتلِ رحمی کرنے والے اور زانیہ کو نہیں بخشتا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۵۹)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ روزوں میں بہتر روزے کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا شعبان کے روزے، رمضان المبارک کے روزوں کی تعظیم کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ رمضان المبارک کے قریب ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شعبان کے آخری دو شنبہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے، یعنی اس ماہ کا آخری دو شنبہ نہ کہ اس مہینے کا آخری دن، اس لیے کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے (عام لوگوں کے لیے) روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مہینے کا نام شعبان اس لیے پڑا کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور رمضان نام اس لیے پڑا کہ اس میں سارے گناہ جلا دیے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۵۵)۔

شبِ برات کی یہ خصوصیت ہے کہ اس رات میں مغرب کے بعد ہی سے حق

سجائے تعالیٰ کی تجلیات و توجیبات کا آسمان دنیا پر نزول ہوتا ہے اور عام انسان



ہوتا ہے کہ کیا کوئی اسے غنہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے نجات دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے؟

غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ فجر صبح صادق ہو جاتی ہے اور دربارِ برخواست ہو جاتا ہے۔

اس قسم کا دربار اگرچہ تمام سال ہر رات کو ہوتا ہے، مگر وہ آخری تنہائی رات کے وقت سے مخصوص ہے۔ اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ دربارِ غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور فجر کے وقت تک رہتا ہے۔ یہ وہ رات ہوتی ہے جس میں رحمتیں لکھی ہی نہیں کی جاتیں بلکہ صحیح معنی میں لٹائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ اب کتنے خوش قسمت ہیں جو اس لوٹ سے حصہ لیتے ہیں، شاید فی صد ایک دو بھی نہ ہوں؟

اس ماہ کے دیگر خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والوں کو پروانہ حیات چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی ضرورت ہے کہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ نیک اعمال کیے جائیں تاکہ زندگی کا فیصلہ ہوتے وقت وہ ایک نیک کام میں مشغول ہو۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ شعبان میں بہت زیادہ روزے رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضور ص نے یہی جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والوں کے نام تحریر فرماتے ہیں یہ چاہتا ہوں کہ میری وفات کا نوشتہ ایسے وقت میں لکھا جائے جبکہ میں روزہ دار ہوں۔ اس سے اشارہ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کا نوشتہ وفات ایسے وقت میں لکھا جائے گا کہ وہ کسی اچھے کام یعنی عبادت میں مشغول ہو تو فضلِ خداوندی سے قوی امید ہے کہ اس شخص کی موت بھی اچھی حالت میں ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر و خوبی ہوگا۔ (فضائل الایام و الشہور ص ۱۸)

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## امتحان کا وقت

شَعْبَانَ شَفِيرِي وَرَمَضَانَ شَهْرَ اللَّهِ-

ترجمہ ما:- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

تشریح:- شعبان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مہینہ فرما رہے ہیں، اس مہینہ کو اپنی جانب منسوب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد شعبان کے دیگر فضائل

کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ جو مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، اس کی عظمت، اس کی فضیلت و بڑائی معلوم ہے۔ اس ماہ کی ایک یہ بھی خصوصیت

ہے کہ اس مہینہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمام بندوں کے سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”شعبان کا مہینہ جو رحب اور

رمضان کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں اس میں حق تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال۔۔

روزہ دار ہونے کی حالت میں پیش کیے جائیں“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔ ہم نے عام مدرسوں اور کالجوں وغیرہ میں دیکھا ہے اور جس کا جی چاہے

دیکھ سکتا ہے کہ جب سال قریب الختم ہوتا ہے اور تمام سال کی تعلیم کا جائزہ (امتحان) لینے کا وقت قریب آجاتا ہے تو کم محنت سے کم محنت اور بدشوق سے

بدشوق طالب علم بھی کتابوں کی ورق گردانی و تکرار و مطالعہ میں مشغول ہو جاتا ہے غرض یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی چیز کے جائزہ لینے کا وقت آتا ہے فطرۃً ہر آدمی

کو اس کی طرف توجہ کرنا پڑتی ہے۔

یہی حال اعمال کا ہے۔ یہ دنیا انسانوں کی دائمی قیام گاہ نہیں ہے، انسان کو اس میں ہمیشہ قیام کرنا نہیں، بلکہ ایک ہوٹل یا سرائے ہے کہ ایک دو روز کے

لیے یا چند روز کے لیے اس میں مسافرانہ قیام کر لیا جاتا ہے۔ الدنيا مزرعة



الآخرۃ کا مشہور مقولہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے کچھ روز کے لیے دنیا میں امتحاناً بھیج دیا ہے کہ دیکھیں یہ کیسے اعمال کرتا ہے، یہ اپنی عاقبت سنوارتا ہے یا بگاڑتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں بھیج کر آزاد چھوڑ دیا ہو، نہیں بلکہ ہر سال اس کے گزشتہ اعمال کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور آئندہ سال کے لیے رہنمائی اس میں اس کا بجٹ منظور کیا جاتا ہے۔

شعبان کا مہینہ امتحان کا مہینہ ہے، اس میں تمام سال کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ان پر آئندہ کے احکام صادر کیے جاتے ہیں۔ گزشتہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کی طرف امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ یہ مہینہ ہمارے اعمال کے جائزہ لینے کا ہے اس لیے ان میں خصوصی طور پر اس مہینہ میں نیک اعمال کرنا چاہئیں اور بالکل سی صرح جیسے تم عام امتحانوں میں کیا کرتے ہو اس امتحان میں بھی گزشتہ کوتاہیوں کی تلافی اور امتحان کی پوری تیاری کر لینا چاہیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی نہیں بلکہ خود کر کے دکھا بھی دیا اور شہلی نمونہ بن کر ہمارے لیے ایک نیک مثال قائم فرمادی۔

جہاں چہ مجموعہ احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے رمضان کے علاوہ اور کبھی دوسرے مہینے کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبان میں روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ رمضان آجاتا تھا اور دوبارہ رمضان المبارک کے روزے شروع فرمادیتے تھے۔

ہاں امت کو اس ماہ کی خیر و برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہنے کے لیے اس کی اجازت دی جائے گی کہ شعبان کے نصف اول میں روزے رکھ لیا کریں اور نصف آخر میں آرام کریں کہ رمضان کے روزوں کے لیے تازہ دم ہوجائیں۔ پوسے شعبان کے روزے رکھنے کی ممانعت کی وجہ ہر ضعف کا خوف ہے کہ



رمضان کے روزوں میں اس کی وجہ سے کوتاہی نہ ہو، لہذا اگر کوئی قوی اور توانا ہو اور اس کی صحت اچھی ہو کہ دو ماہ کے مسلسل روزوں سے اس کی صحت و قوت پر کوئی اثر نہ پڑے تو اس کو اس کی اجازت بھی دے دی جائے گی کہ شعبان اور رمضان کے مسلسل روزے رکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قول اُمت کے لیے اور عمل اپنے لیے۔ (فضائل ایام شہور)

**شبِ برات کیا ہے؟** | اسلام کے دیئے ہوئے عقیدہ توحید کی رو سے

روز کا ہر لمحہ مبارک اور بہتری ہے اور کسی ساعت اور لمحہ میں نحوست اور شر کا تصور رکھنا اسلام کے خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی کی وساطت سے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”زمانہ کی ساعت کو ناپسندیدہ اور برا کہنا ممنوع ہے کہ زمانہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شان کا نام ہے، البتہ برکت و سعادت اور فضیلت و برتری کے اعتبار سے کسی مہینہ کو کسی مہینہ پر بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر یا بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض راتوں کو دوسری راتوں پر حتیٰ کہ بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے اور اس قسم کی فوقیت و فضیلت کی خبر قرآن و حدیث کے ذریعہ دی گئی ہے جن کی فضیلت و برتری اور خواص قرآن شریف میں بیان کیے گئے اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی۔ اس میں ایک شب معراج، دوسری شبِ برات اور تیسری شبِ قدر ہے اور عیدین کی راتیں۔ قرآن کریم نے شبِ برات کو لیلۃ المبارکہ کہا ہے جس کو حدیث میں لیلۃ البرات فرمایا گیا ہے، اور ہماری اصطلاح میں یہ مبارک رات شبِ برات کے نام سے مشہور ہے، برات کے معنی عربی زبان میں رہا ہونے اور نجات پانے کے آتے ہیں، اور یہ رات ایسی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی تعداد میں انسانوں کے گناہ اور ان کی خطائیں معاف کر کے عذابِ جہنم سے بری قرار دیا جاتا ہے اس لیے

اس رات کا نام ہی لیلۃ البرات اور شب برات قرار پا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس رات میں انسانی زندگی اور اس کی ضروریات سے متعلق ایک سال کے مہات امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ مبارک رات شعبان کی پندرھویں رات ہے جو چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے اور صبح صادق تک رہتی ہے جہاں تک شب برات کا تعلق ہے عید، بقر عید کی طرح یہ کوئی تہوار نہیں ہے اس کی شرعی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ شب برات ایک مقدس رات ہے، اس رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزمرہ سے زیادہ عبادت فرماتے تھے، ان کی دعائے مغفرت کے لیے قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، یہی شب برات منانے کا اصل طریقہ ہے کہ اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں اور قبرستان جا کر سنت طریقہ کے مطابق اپنے آباء و اجداد، اعزاز اقرار اور عامۃ المسلمین و مسلمات کے لیے دعائے مغفرت کریں اور اگلے دن روزہ رکھیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

## حضرت جبرائیل کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان کی ریشانی رات میں جبرائیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا آسمان کی طرف دیکھا، جنت کے سب دروازوں کو کھلا ہوا پایا، پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ کھڑا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے، اُسے خوش خبری ہو، دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں سجدہ کرتا ہے اُسے خوش خبری ہو، تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں دعا کی اُسے خوش خبری ہو، چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں ذکر کیا اُسے خوش خبری ہو۔ پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں خدا کے خوف سے زاری کی (یعنی رویا، اُسے خوش خبری ہو



چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو۔ ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اگر کسی کو کوئی سوال کرنا ہے تو کرے، اس کا سوال پورا کیا جائے گا۔ آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو بخشش کی درخواست کرے، اس کی درخواست قبول کی جائے گی۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا، یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے جواب دیا پہلی رات سے صبح ہونے تک کھلے رہیں گے۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ اس رات (شعبان کی پندرہویں) میں دوزخ کی آگ سے اتنے بندوں کو نجات دیتا ہے، جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۲)

عرب میں یہ قبیلہ میں بہت سی بکریاں ہوتی تھیں لیکن نبی کلب میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں۔ ان تمام بکریوں کے جسم پر جتنی تعداد میں بال تھے، اُن سے کہیں زیادہ تعداد میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ مطلب تعداد کی زیادتی بیان کرنا ہے کہ ایک بکری کے جسم پر کتنے بے شمار بال ہوتے ہیں اور پھر ان کثیر تعداد بکریوں کے جسم پر کتنے بے حساب بال ہوں گے اُن سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرماتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی (غفرلہ)۔

شبِ برات مبارک کیوں؟ | جو رات آنے والی ہے یعنی پندرہویں

آتے ہیں اس لحاظ سے اُس کو مبارک کہنا درست ہے، گو احادیث میں مبارک کا لفظ نہیں آیا اگرچہ قرآن میں لفظ ”مبارک“ آیا ہے۔ مگر یہ تفسیر خود محتمل ہے مگر یہ احتمال اس لقب میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے کثرتِ نفع، اگر کسی چیز کا کثیر النفع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا، پس احادیث میں جو فضائل اس رات کے آئے ہیں جب اُن سے کثیر النفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس



کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔ گو مبارک کا لفظ نہ آیا ہو۔ لیکن قرآن شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ، فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ نَفْسٍ بِحُكْمِهَا (الدخان پارہ ۵، ۲۵)۔

ترجمہ:- ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات کو ہر امر محکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یعنی یہ بھی ایک برکت ہے کہ اس شب میں تمام امور (کاموں) کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ تمام امور میں سب چیزیں آگئیں صرف نماز و روزہ ہی نہیں بلکہ

دنوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا اناج پیدا ہوگا، جنگ ہوگی، فتح ہوگی یا شکست ہوگی، اتنا پانی برے گار موت و حیات،

شادی و بیاہ و غیرہ، غرض سب امور کا فیصلہ و انتظام ہوتا ہے، یہ سب انتظام برکت میں داخل ہو گیا۔ پس ایک قسم تو برکت کی یہ ہے۔ دوسری قسم

برکت کی دینی ہے جو انادیش میں مذکور ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اول شب سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہ

خصوصیت اس رات میں بڑھی ہوئی ہے۔ (کیونکہ ہر روز نصف شب کے بعد خدا تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) یعنی

اور راتوں میں نصف شب کے بعد نزول الہی ہوتا ہے اور اس شب میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں، یہ بھی وجہ برکت میں سے ایک ہے۔ اس

کی قدر وہی کرے گا جس میں محبت کا مادہ ہوگا کیونکہ اس کو ایک ایک لمحہ غنیمت معلوم ہوگا، وہ تو محبوب الہی طرف سے پانچ منٹ بڑھا دینے کو بھی

بہت غنیمت سمجھے گا اور یہاں ر شب برات و شب قدر میں، پوری رات ملتی ہے تو یہاں اضافہ اصل سے بھی زیادہ ہو گیا ہے، مجموعہ دو دنوں سے

بڑھ گیا۔ (التبلیغ ص ۲۷ ج ۸۔ از مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "اَوْ" **شب برات میں نظام خداوندی**

اس رات میں تمام مضبوط کام جُدا کیے جاتے ہیں۔" کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اس آیت میں جس رات کا ذکر ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ سال کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے، مرنے والے لوگ زندہ لوگوں سے الگ کر دیئے جاتے ہیں (جن لوگوں کو اس سال مرنا ہوتا ہے، ان کے نام الگ کر دیئے جاتے ہیں، گویا ان کی فہرست اس رات میں تیار کر لی جاتی ہے)۔ جو لوگ حج بیت اللہ شریف کرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام بھی الگ کر دیئے جاتے ہیں اس میں ذرا کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

حکیم ابن کیسان رح کا کہنا ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نگاہ کرتا ہے اور اس رات میں وہ جسے پاک کرتا ہے وہ اگلے سال کی وہی رات آئے تک اسی طرح پاک رہتا ہے۔

ابن یسار رح سے روایت ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں لوگوں کے سال بھر کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ایک شخص سفر کے لیے نکلتا ہے، یا ایک شخص نکاح کرتا ہے، حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مُردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے (یعنی آدمی کا ارادہ و پلاننگ کیا کیا ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی موت لکھی ہوتی ہے)۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۱)۔

جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کی عیدیں عید الفطر (یکم شوال)، اور عید الاضحیٰ (دس ذی الحجہ) کے دن ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عیدیں شب برات اور شب قدر میں ہوتی ہیں۔

فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں، مسلمان چونکہ سوتے ہیں اس لیے ان کی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۳)۔



مَوْتٍ وَحَيَاتٍ كَفَيْصَلَةٍ كِي رَاتٍ | وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ

تَذَرِينَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِي لَيْلَةَ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ  
قَالَتْ مَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ فِيهَا أَنْ يَكْتُبَ كُلُّ مَوْلُودٍ  
بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا أَنْ يَكْتُبَ كُلُّ مَا لِي  
مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ  
وَفِيهَا تَنْزَلُ أَسْرَارُ قُلُوبِهِمْ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ  
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ  
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى ثَلَاثًا قُلْتَ وَلَا أَنْتَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَا مَتَّعَهُ فَقَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ  
بَتَعَمَّرَ فِي اللَّهِ مِنْ رَحْمَتِهِ يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - رَوَاهُ  
السِّيَهَقِيُّ فِي الْمَعَانِي وَالنَّبِيُّ

ترجمہ :- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ  
سراجِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب سے (خبر ما یا کہ) کیا تم جانتی ہو کہ اس  
شب میں یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا  
یا رسول اللہ! مجھے تو معلوم نہیں، آپ ہی بتائیے کہ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا  
بہنی آدم میں کاہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے اور بنی آدم میں کاہر  
وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھا جاتا ہے۔ اس رات میں بندوں کے اعمال  
(اوپر اٹھالیے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت  
کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا ہاں، کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ  
کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے  
میں نے عرض کیا "اور نہ آپ یا رسول اللہ! یعنی آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت



میں داخل نہیں ہوں گے؟) آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک (باتھ) سر مبارک پر رکھا اور فرمایا ”اور نہ میں! (یعنی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گا)۔ یہ الفاظ بھی آپ نے تین بار فرمائے۔  
تشریح :- دنیا میں جننے بھی انسان پیدا ہوں گے یا وفات پائیں گے ان سب کی پیدائش اور موت کے بارے میں بہت پہلے ہی عمومی طور پر لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے، مگر شعبان کی پندرہویں شب میں پھر دوبارہ ان لوگوں کی پیدائش اور موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے جو اس سال پیدا ہونے والے ہیں یا مرنے والے ہوتے ہیں۔

”اعمال اٹھائے جاتے ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں بندہ سے جو بھی نیک و صالح اعمال سرزد ہونے والے ہوں گے وہ اسی رات میں لکھ دیے جاتے ہیں جو ہر روز صادر ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت میں اٹھائے جائیں گے۔  
”رزق اترنے“ سے مراد رزق کا لکھا جانا ہے یعنی اس سال جس بندہ کے حصہ میں جتنا رزق آئے گا اس کی تفصیل اس شب میں لکھی جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے کہ ”اس شب میں موت اور رزق لکھے جاتے ہیں اور اس سال میں حج کرنے والے کا نام (بھی) اس شب پندرہویں شعبان کی میں لکھا جاتا ہے“  
جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ وہ اعمال صالحہ جو سال بھر میں بندہ سے سرزد ہونے والے ہوتے ہیں اور کرنے سے پہلے ہی لکھ دیے جاتے ہیں تو وہ سمجھیں کہ جنت میں داخل ہونے کا دار و مدار محض تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے، دخول جنت عمل پر موقوف نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ”یا رسول اللہ ما من أحد یذنب الذنوب“

اس کے جواب میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بے شک جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ داخل کرے“

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی قرآن شریف کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اَنْ يَلِكُمُ الْجَنَّةُ اَوْرَشْتُمُوَهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ یعنی یہ جنت وہ ہے جو تمہیں اس چیز کے بدلہ میں دی گئی ہے جو تم کرتے تھے۔ یعنی دنیا میں جو اعمال کرتے تھے، پارہ ۸ رکوع ۱۲۔

کیونکہ نیک اعمال تو جنت میں داخل ہونے کا ظاہری سبب ہیں مگر جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب تو اللہ جل شانہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہی ہے۔ نہ کہ اعمال نیک۔ پھر یہ کہ نیک اعمال بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں، اگر کسی بندے کے ساتھ خدا کی توفیق شامل حال نہ ہو اور اس کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کا سایہ اس پر نہ ہو تو وہ نیک اعمال کیسے کر سکتا ہے :

نیک و صالح اعمال تو بندہ جب ہی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت بندہ کی رہنمائی کرتی رہے۔ لہذا اس طرح بھی یہی کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونا تو محض پروردگار عالم کی رحمت پر موقوف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہے اور جنت میں درجات کی بلندی اعمال کے تفاوت پر موقوف ہے یعنی بندہ جنت میں داخل تو اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگا ہاں اعمال کی کارفرمائی اس درجہ کی ہوگی جس بندہ کے نیک اعمال جس درجہ کے ہوں گے جنت میں اُسے اس کے مطابق درجہ ملے گا۔ (مظاہر حق جدید صفحہ ۲۴)

سَالِ بَعْرُكَ بَحْثُ كِي مَنْظُورِي كِي شَب

فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا أَنْ يَكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وَفِيهَا تُنَزَّلُ أَرْزَاقُهُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف مظاہر حق صفحہ ۱۹۹ ج ۱۲)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بنی آدم میں کا ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، بنی آدم کا ہر وہ شخص



جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اسی رات میں لکھ دیا جاتا ہے، اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔

تشریح :- دنیا بھر کی حکومتوں میں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے وسائل اور پالیسی کے مطابق آمدنی و اخراجات کا بجٹ ایک سال پہلے ہی تیار کر لیتی ہیں۔ ان کی پارلیمانی اور وزیر کے اجلاسوں کی میٹنگ میں اس بجٹ پر مہینوں بحث ہوتی ہے، یہ بجٹ اپنی حکومت کے اغراض و مقاصد کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنے والے سال میں ترقی کی کن منازل کو طے کرنا ہے۔

بعینہ شعبان کی چود ہو گیا اور پندرہویں تاریخوں کے درمیان ہر سال خالق کائنات اپنی وسیع تر مملکت دنیا کے بجٹ کا اعلان کرتا ہے اور یہ بجٹ زندگی کے ہر زاویے پر محیط ہوتا ہے۔ اس رات میں یہ بھی فیصلہ ہوتا ہے کہ آنے والے سال میں کتنے لوگوں کو دنیا میں بھیجنا ہے اور کتنے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے بعد واپس بلا یا جائے گا۔ کتنا خرچ کرنے کی اجازت ملے گی اور کس سے کتنا کچھ واپس لے لیا جائے گا۔

شعبان کی پندرہویں شب میں عالم بالا میں حکیم و خیر و دانا مدبر کے حکم کے مطابق دنیا والوں کے لیے جو روز ازل میں فیصلے کیے گئے تھے ان میں سے ایک سال کا جامع بجٹ کارکنان قنار و قدر یعنی خاص مقرب فرشتے حضرت جبرئیل حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت غزرائیل علیہم السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اس دنیا میں سب کچھ وہی ہوتا ہے جو فرشتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جن دنوں بجٹ تیار ہو رہا ہوتا ہے ملک کے متعلقہ طبقے اپنے مطالبات و درخواستیں حکومت تک پہنچانے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حاضر ہو کر استدعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جب خالق کائنات اپنا بجٹ



تیار کرتے ہیں تو اس کے بندے اس کے سامنے اپنی ضروریات اور اپنی آرزوں کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح حکومتیں اپنے عوام کے مطالبات کو ملحوظ رکھ کر بجٹ میں ترمیم کر لیتی ہیں اسی طرح رب عاقلین اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر اپنے بجٹ میں ترمیم فرمالتے ہیں۔ اسی لیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقَوْمُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْزِلُ فِيهَا بِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ الْأَمَنُ مُسْتَغْفِرًا شَفِيرًا لَهُ الْأَمْسُ تَزِيغًا فَارْزُقْهُ الْأَمْبَلَى فَاغْفِرْ لَهُ الْأَكْدَا حَتَّى يُظْلَعُ الْمَجْدُ - والترغيب من ج ۲ و تفسیر روح المعانی من ج ۱ -

ترجمہ:- اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات میں عبادت کرو اور اس کے بعد اولے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر جلوہ خاص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اسے عافیت دوں۔ کیا کوئی ایسا ویسا ہے اور یہ آوازیں صبح تک آتی رہتی ہیں۔

دعاؤں کے علاوہ شعبان کی پندرہویں رات کو **درخواست کا مضمون** عبادت اور اگلے دن روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم اپنی حکومتوں کے سامنے جب کوئی درخواست پیش کرتے ہیں تو الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی ساخت اور مضمون میں عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہیں تو پھر جب ہم اپنی درخواست بجٹ میں ترمیم کرانے کی کائنات کی سب سے بڑی حکومت کے سربراہ اور مالک حقیقی اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کر رہے ہیں تو

لازم آتا ہے کہ عجز و انکساری و نیاز مندی کے ساتھ اس کے سامنے جھک جائیں ، گڑ گڑا کر اور اپنی کمتری اور اس کی برتری کے اظہار و اعتراف کے ساتھ درخواست گزار ہوں۔ ہمارا یہ گڑ گڑانا ہماری یہ عاجزی رات بھر کی عبادت میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور احادیث نے یہ ثابت ہے کہ بندہ جب اپنے خدا کے حضور پورے عجز و انکساری کے ساتھ دست بہ دعا ہو تا ہے تو رحمت ایزدی جوش میں آجاتی ہے اور دعا مستجاب ہو جاتی ہے۔

اب بھی وقت ہے جو کچھ ہو چکا اس کی تلافی کر لو اور جو وقت آنے والا ہے اس میں رحمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لو، شعبان المعظم کی جتنی مسعود، اقبال مند راتیں تم اپنی غفلت سے چھوڑ چکے ہو ان بابرکت راتوں میں آگ کا کھیل یا دیگر رسومات کر چکے ہو ان کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ آؤ خدا کی بارگاہ میں آؤ۔ اس رات ہی میں خدائے رحیم کے دربار میں آکر کوئی منگوم نہیں رہتا، احساسِ ندامت ساتھ لاؤ۔ شکستہ دل سے ندامت کے آنسو بکھیر دو۔ تم جلد ہی دیکھ لو گے کہ خدا تم سے خوش ہو گیا ہے اس کی رحمت آگے بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپالے گی۔ اب صرف ضرورت ہے خدا کی طرف دل لگانے کی، تم اگر ایک قدم آگے خدا کے راستہ میں چلو گے تو رحمت خداوندی دس قدم آگے بڑھے گی۔

لہذا اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے لیے اللہ سے دعا مانگتے ہیں وہیں تمام اہل عزا و اقارب، دوست احباب، اولیاء اللہ اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی مغفرت کی دعا کریں اور نئی ارواح کے لیے یعنی اولاد کے لیے بھی دعا کریں، اور اگر ممکن ہو تو قبرستان جا کر زیارت قبور و ایصالِ ثواب کی سنت ادا کریں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ اور اگر یہ کچھ ممکن نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ان گناہوں اور خرافات سے بچانے کی تو کوشش کی جائے جو اس مقدس رات میں ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا**۔ زالتحريم پارہ ۲۸-۱۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے



گھروالوں کو اس آگ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند ص ۴۲۳)۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

شب قدر کی پوشیدگی کی حکمت | شبِ برات کو ظاہر کرنے اور شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ

کی یہ حکمت ہے کہ شبِ قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے اور بخشش عطا ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے چھپا کر رکھا ہے تاکہ لوگ اس رات پر ہی تکیہ و بھروسہ کر بیٹھیں

شبِ برات (شعبان کی پندرہویا شب) کو اس لیے ظاہر فرمایا کہ یہ

رات قضا اور حکم، قہر اور رضا، قبولیت اور رد، قرب اور بُعد، سعادت اور

شقاوت، کرامت اور پرہیزگاری کی رات ہے، اس رات میں کوئی نیک بخت بنا دیا جاتا ہے اور کوئی مردود قرار پاتا ہے، ایک کو نیک کاموں کی جزا دے کر

کامراں کر دیا جاتا ہے اور دوسرے کو بڑے کاموں کے بدلہ میں خوار کر دیا جاتا ہے، ایک کو بزرگی دی جاتی ہے، دوسرے کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے، ایک کو اجر دیا

جاتا ہے، دوسرے کو دھتکارا جاتا ہے۔ پس بہت سے لوگ تو بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے کفن تیار ہو رہے ہوتے ہیں، بعض

کی قبریں کھودی جا رہی ہوتی ہیں، مگر وہ دنیا میں خوشی میں لگے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ غور اور منہسی و کھیل میں مصروف ہوتے ہیں، حالانکہ وہ عنقریب ہلاک ہونے

والے ہوتے ہیں۔

بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک جلد ہی

فنا ہو کر خاک میں مل جانے والے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں مگر ان کے لیے عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ خوش خبری

کی توقع لگائے ہوتے ہیں حالانکہ انھیں نقصان پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ نصیب ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ وصل



الملاقات، کی امید کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لیے جدائی مقرر ہوتی ہے بہت سے لوگ بادشاہت حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ ان کے نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۶۲)۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال کی **شب بیداری کی چودہ راتیں** ان چودہ راتوں میں جاگ کر عبادت

کوئی چاہیے :-

(۱) محرم کی پہلی رات (۲) عاشورہ کی رات (۳) رجب کی پہلی رات  
(۴) رجب کی درمیانی رات (۵) رجب کی ستائیسویں رات (۶) شعبان کی درمیانی رات (۷) عرفہ کی رات (۸) عید الفطر کی رات (۹) عید الفطر کی رات (۱۰) ماہ رمضان کی پہلی رات (۱۱ تا ۱۴) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اسیسویں رات۔

اسی طرح اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ ان عشرہ دنوں میں عبادت کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے :-

عرفہ کا دن، عاشورہ (دس محرم) کا دن، شعبان کا درمیانی دن، جمعہ کا دن، دونوں عیدوں کے دن، ذی الحجہ کے دس معلومہ دن، تشریق کے دن (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ)۔ ان سب دنوں میں جمعہ اور رمضان کے سارے مہینہ کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

نوٹ :- رجب کی پہلی رات میں جاگے عبادت کرے، اور دن میں روزہ رکھے۔ دونوں عیدوں کی راتوں کو قیام کرے یعنی جاگ کر عبادت کرے، مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی درمیانی رات میں جاگے اور دن میں روزہ رکھے اور عاشورہ کی رات میں جاگے اور دن میں (دس محرم کو) روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۴۱) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رجب کا مہینہ برائیاں ترک کرنے کے لیے اور شعبان کا مہینہ عبادت کرنے کے لیے ہے، نیز رمضان المبارک کی کرامتوں کا

منظر دیکھنے کے لیے ہے۔ پس جو شخص آفات (برائیوں) کو نہیں چھوڑتا اور بندگی و اطاعت اختیار نہیں کرتا، کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا، وہ بے ہودہ کام کرنے والوں میں سے ہے۔

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے کہ رجب کا مہینہ کھیتی بونے کے لیے ہے۔ شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے۔ رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے اور چونکہ کاٹنے والا وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے بوئی ہو، اس لیے آدمی جو کچھ کرتا ہے اسی کا اجر دیا جاتا ہے۔ جو شخص اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے وہ کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اٹھاتا ہے، اُس کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۳۹)

بلکہ اگر لیلۃ القدر کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو ہر رات لیلۃ القدر اور قابل قدر ہے،

## ہر رات لیلۃ القدر ہے

کیونکہ ہر روز نعمت ہے اور ہر رات دولت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دنیا بھرا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا آسمان اول دنیا کی چھت ہے اور گھر کی چھت گھر کا چیز ہی کہلاتی ہے تو گویا حق سبحانہ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہم کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ شاہنشاہ ہر روز ہمارے گھر آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں۔

یک اور لطف کرم دیکھئے کہ اگر ہم کسی دوست کے دروازے پر جائیں خصوصاً مریدین کے دروازہ پر اور وہ گھر والے ہم سے بات نہ کریں تو یقیناً اُن سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر تو ضرور شکایت کہیں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں۔ اور گھر والے سوتے ہوں گے تو کہیں گے کہ ایسا بھی کیا سونا کہ ہمارے آنے کا کچھ بھی خیال نہ کیا (غرض کہ جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی شکایت نامہ زیادہ) اور اگر خط کے ذریعہ پہلے سے اطلاع کر دی گئی ہو کہ آدھی رات میں حاضر ہوں گے تو اس صورت میں اُن مریدوں کو سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔



اور اب حق سبحانہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھیے کہ باوجود اس کے کہ ان کے حقوق اللہ کے، واقعی ہیں، مگر اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لاکر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے کیا ٹھکانا ہے اس رحم کا۔

(خلاصہ مطلب مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی دوست یا مرید کے مکان پر جائیں اور وہ نہ بولے تو ہم کتنے برہم و غصہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر آسمان دنیا پر، تشریف لاتے ہیں اور ہم اس وقت پڑے سوتے رہتے ہیں مگر وہ ہماری اس حالت کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتے،

اس عنایت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ہم سب کچھ کرتے، اس لیے کہ آقا کبھی کچھ نہ کہتا ہو تو اس کے سامنے کچھل جانا چاہیے۔ گویا ہر شب شب قدر اس معنی کر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہماری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔  
 (الستبلیغ منہ جلد ۸ از حضرت تھانوی ج ۱)۔

بعض علماء کے نزدیک اس  
 شب کی خصوصیت یہ بھی

## شب براءت میں رسول اللہ کا عمل

ہے کہ اس میں قبرستان جانا اور وہاں ارواح مسلمین کے لیے دعا و مغفرت کرنا اور کچھ کلام اللہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ (پندرہویں شعبان کو) میری باری تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف لائے اور کپڑے اتارے اور ابھی پوری طرح اتار بھی نہ تھے کہ پھر پہن لیے۔ مجھ پر وہی سخت رشک سوار ہوا (جو غورتوں کو ہوا کرتا ہے) میں نے خیال کیا کہ آپ ضرور میری کسی سوتن (دوسری بیوی) کے پاس جائیں گے، میں آپ کے پیچھے پیچھے نکل کھڑی ہوئی۔ تلاش کرتے کرتے آپ بقیع غرقدا مقبرہ مسلمین،



میں ملے۔ آپؐ مومنین اور مومنات اور شہدار کے لیے استغفار فرما رہے تھے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ تو کس کام میں ہیں اور میں کس خیال میں ہوں۔ پھر وہاں سے اٹلتے پاؤں، واپس ہو کر اپنے حجرہ میں چلی آئی، اور میرا سانس پھول رہا تھا۔ اتنے میں حضورؐ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے حضورؐ نے دریافت فرمایا اے عائشہ! تم اتنا باپ کیوں رہی ہو؟ میں عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، میں نے آپؐ کو موجود نہ پایا مجھے رشک نے گھیر لیا اور مجھے خیال ہوا کہ آپؐ اس وقت میری کسی سوتن کے یہاں جائینگے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کو بقیع غرق میں پایا جہاں آپؐ استغفار وغیرہ فرما رہے تھے۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم کو یہ خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ تم پر ظلم کریں گے۔ میرے پاس تو اس وقت جبریل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ آج کی رات شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات کو حق تعالیٰ بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کے برابر اس قبیلہ میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں، مخلوق کو جہنم سے آزاد کرینگے، البتہ مشرک اور کینہ ور اور قطع رحمی کرنے والے اور تختہ سے نیچی لنگلی (وغیرہ) پہننے والے، نیز المدینہ کی نافرمانی کرنے والے اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے پر حق تعالیٰ نظر عنایت نہ فرمائیں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے کپڑے اتارے اور فرمایا اے عائشہ! کیا تم آج رات عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو؟ کیونکہ اجازت طلب کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ رات بھر عبادت کرنے کا معمول نہ تھا، بلکہ کچھ وقت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما کی دل جوئی اور دل جمعی وغیرہ کے لیے بھی مخصوص تھا جو اس رات نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کیا ہاں! میرے والدین آپؐ پر قربان چہ آپؐ کھڑے ہو گئے اور نماز شروع فرمادی، پھر ایک لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں اللہ انخواستہ، آپؐ کی روح توقیف نہیں ہو گئی، میں کھڑی ہو کر تونے لگی اور اپنا ہاتھ آپؐ کے تلووں پر رکھا، آپؐ میں یک گونہ حرکت ہوئی جس سے میں مسرور و مطمئن ہو گئی، زندہ ہونے کا یقین ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ پڑھ رہے تھے:-

أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ  
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ جَلًّا وَجُفَاً لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ  
كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ.

(ترجمہ) میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضی سے تیری  
رضامندی کی اور تجھ سے (یعنی تیرے عذاب و عقاب و قہر سے) تیری ہی پناہ مانگتا  
ہوں، تیری ذات بزرگ و برتر ہے، میں تیرے لائق تیری تعریف نہیں کر سکتا، تو  
ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنے نفس کی تعریف فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان کلمات دعا کیے کا حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ انھیں سیکھ لو اور پھر  
دوسروں کو بھی سکھا دو، مجھے جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور فرمایا  
کہ میں انھیں سجدہ میں بار بار پڑھا کروں۔ (رواہ السنیہقی)۔

اس تفصیل سے آپ حضرات کو اس مبارک رات کا دستور العمل معلوم ہوا۔ نیز  
آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ ہیں اس رات میں کیا کرنا چاہیے، کس طرح عبادت کرنی چاہیے  
اور کس طرح مقبرہ میں جانا اور وہاں جا کر کیا کیا کرنا، اُس کے بعد گھر آ کر بھی عبادت میں  
مشغول رہنا، دعا کرنا اور اس کا طریقہ، اُس کے مسنون الفاظ آپ کو سب کچھ معلوم  
ہو گئے ہوں گے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۱۱۳)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا  
حاصل یہ ہے کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ

**أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ كَيْ فَرَسَتْ**

علیہ وسلم (نعوذ باللہ) خدا اور خدا کے رسول نے میرے ساتھ ظلم کا معاملہ نہیں کیا ہے،  
بلکہ مجھے توخیاں ہو گیا تھا کہ یا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے اجتہاد سے میرے  
پاس سے اٹھ کر کسی دوسری کے یہاں چلے گئے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اہل جواب کے بارہ میں فرماتے



ہیں کہ ”خدا نخواستہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں نعم (جی ہاں) فرمادیں تو معاملہ اتنا نازک تھا کہ حضرت عائشہؓ کا یہ جواب کفر شمار ہوتا مگر حضرت عائشہؓ نے اپنی فراست اور ذہانت سے صورتِ حال سمجھ گئیں اس لیے جواب انہوں نے اس پیرایہ سے دیا کہ اپنی پریشانی و حیرانی کا عذر بیان کیا، پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس سے اٹھ آنے کا عذر بیان کیا کہ: ”شعبان کی پندھویا شب میں اللہ جل شانہ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا والوں پر اس کی رحمتِ کاملہ کا فیضان اس بے کراں طور پر ہوتا ہے کہ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے ریوڑ کے جتنے بال ہیں ان سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، لہذا یہ وقت چوں کہ برکاتِ ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کے اترنے کا تھا اس لیے میں نے چاہا کہ ایسے بابرکت اور مقدس وقت میں اپنی اُمت کے لوگوں کی بخشش کی دعا کروں چنانچہ میں جنت البقیع (قبرستان) میں پہنچ کر اپنے پروردگار کی مناجات کرنے اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو گیا۔ (منظاہر حق جدید ص ۱۹۵ ج ۲)۔

**خدائی نظام کی توہین** | مگر خدا سمجھے ہماری بد اعمالی اور کور باطنی کو جن دنوں میں ضرورتِ عبادت کی تھی ان ہی دنوں میں ہم نے بیش از بیش گناہ کرنے کی تحمان رکھی ہے۔ ہمارے دوستوں نے اسے تو خوب یاد کرایا کہ شبِ برات میں جاگنا چاہیے، مگر اس بات کو بھول گئے کہ کیوں اور کس طرح جاگنا چاہیے؟ وہ جاگئے ضرور ہیں مگر خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے نہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے نہیں، خدا کی رحمتوں سے حصہ لینے کے لیے نہیں، اپنا نامہ اعمال گناہوں سے دھونے کے لیے نہیں بلکہ خدا کا قہر و غضب حاصل کرنے کے لیے، اپنے گناہوں میں اضافہ کرنے کے لیے، خدا کی رحمتوں سے اعراض اور روگردانی کرنے کے لیے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنے کے لیے اور رچی ہی نیکیوں کو بھی مٹانے کے لیے؟ **إلا ما شارا لئلا**۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو! اور کان کھول کر سن لو! کہ خدا تعالیٰ جہاں رحیم و بخشنے والا ہے



ہے وہیں جبار و قہار بھی ہے۔ یہ طرزِ عمل اس کی رحمتوں کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ اور جیسا افضل الاوقات میں اعمالِ صالحہ کا اجر بڑھتا ہے، اسی طرح برائیوں (اعمالِ سیئہ) کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

سوچو تو سہی اگر کوئی معمولی بادشاہ اپنی فوج کو حکم دے اور اعلان کر دے کہ آج فلاں میدان میں تمام فوجی جمع ہو کر پریڈ کریں، اپنے کمال کے جوہر دکھائیں، شاہ کی جانب سے آج انعامات و اکرامات کی بارش کی جائے گی، فوجیوں نے سنا اور تیار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، پریڈ کرنے کے لیے نہیں، سپاہیانہ کمالات، شجاعانہ جذبات، فوجیانہ جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی چھوڑنے کے لیے، تو کیا بادشاہ کو اس حرکت سے غصہ نہ آئے گا، کیا وہ اس فوج پر انعامات و اکرامات کے بجائے لعنت و ملامت کی بارش نہ کرے گا؟ ضرور کریگا۔

اب غور فرمائیے کہ ہم نے جو طرزِ عمل شبِ برات میں اختیار کیا ہے اس پر اگر خدا کا قہر و غضب ہمیں ہر طرف سے نہ گھیرے تو اور کیا کرے، کیا ہماری طرف سے صحیح معنی میں اس کی رحمتوں کا استہزار اور مذاق نہیں اڑایا جا رہا ہے، پھر مسلمان اپنی نکتہ، اپنی مصیبت اپنی آفت پر کیوں آنسو بہاتے ہیں۔ جیسا تم نے اب تک کیا ویسا ہی بھرا، تم نے خدا کو چھوڑ دیا، تم خدا کو بھول گئے اور خدا کی عبادت کے بجائے شیطان کی پرستش کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔ خدا نے بھی تمہیں چھوڑ دیا۔ اپنے اعمال درست کرو، اپنی سرکشیوں سے باز آؤ۔ اپنی حماقتوں سے توبہ کرو، اور آئندہ اسی خدائے یکتا کے پرستار بن جاؤ جس کے تم آج سے چودہ سو سال پہلے پرستار تھے، تم خدا کے ہو جاؤ، خدا بھی تمہارا ہو جائے گا۔ اور خدا ہی نہیں بلکہ خدا کی تمام کائنات تمہاری ہو جائے گی۔ (فضائل الایام والشہور ص ۱۱۵)

رات کے کس حصہ میں جاگیں؟ | اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں جاگنا افضل ہے؟

اس کا فیصلہ قرآن شریف سے بھی ہوتا ہے اور حدیث شریف سے بھی، کیوں کہ

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیرِ شب میں جاگنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَظَلًا وَأَقْوَمُ قِيْلًا**۔ (المزمل پارہ ۲۹)۔ (البہ اثنارِ رات کو سخت روندتا ہے) موثر ہے نفس کے کچلنے میں اور سیدھی نکلتی ہے بات۔

اور نَاشِئَةَ اللَّيْلِ سونے کے بعد مستحق ہوتا ہے کیونکہ اس کے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا زیادہ اثر ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا، اور آخرِ سورت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

یہ تو قرآن شریف سے معلوم ہوا۔ حدیث شریف سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آخرِ شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث آئی ہیں اور قواعد عقلیہ بھی اس پر ثابت ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے (نیند) کو چھوڑنا مشکل ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہو تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لیے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرِ حصہ رات کا افضل ہے لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو تو وہ اول ہی حصہ (رات میں) کچھ کر لے، کیونکہ اور راتوں میں خدا تعالیٰ کا نزول آخرِ شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزولِ الہی ہو جاتا ہے، اس لیے جن لوگوں کو آخرِ رات میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کر لیں، جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ عشاء تک ہی عبادت میں مشغول رہیں۔ (الستبلیغ ص ۱۸ جلد ۸)۔

**شیطانِ دھوکہ** | یہ نفس کا ایک کید (چال، دھوکہ) ہے کہ آدمی جہاں تو اب کا قصد کرتا ہے اس کو وہ حیلہ سے روکنا چاہتا ہے چنانچہ اس موقع پر شبِ برات و شبِ قدر میں، وسوسہ ڈالتا ہے کہ آخرِ شب میں زیادہ فضیلت ملے گی اس لیے آخر میں ہی جاگنا چاہیے، اول شب میں جاگنے سے



کیا فائدہ؟۔ دیکھئے گا اول شب سے تو یوں محروم رہے کہ دل نے بہانہ حیلہ کیا اور جب آخر شب ہوئی تو اٹھانہ گیا، دونوں طرف سے محرومی ہوئی، پوری کے پیچھے آگ کر اُدھوری بھی گئی۔

اور خفی کیدِ نفس کا (نفس کی بلکی سی چال) بعض کے لیے اس صورت میں یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں نفس کو فرآتا ہے، اس لیے بعض آدمی یہ چاہتے ہیں کہ اخیر شب میں ہی جاگیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اس امتیاز میں لذت ہو (دکھاوا ہو) یہ غرور ہے اور غرور و تکبر ایسی بڑی چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ ص ۲۴ ج ۸)۔

اس مبارک رات میں فضیلت ہے اور جس میں فضیلت ہوگی اس میں معصیت (گناہ)

## مبارک رات میں گناہ کرنا

نسبت دوسرے اوقات کے بہت بڑی ہوگی جیسے مکان کا حکم ہے اسی طرح زمان کا حکم ہے مثلاً ایک تو گناہ معمولی جگہ پر کرنا اور ایک مسجد میں گناہ کرنا زیادہ بُرا ہے (پھر مسجد کے اندر بھی مسجد نبوی، مسجد حرام وغیرہ کہ جہاں پر ایک نماز کا ثواب اور جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے) اس جگہ گناہ اتنا ہی شدید عذاب کا موجب بنے گا اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات مثلاً

رمضان شریف میں گناہ کرنا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ بُرا ہے اور یہ تمہیں بھی متبرک ہیں تو اس میں گناہ کی سزا اور اوقات سے زیادہ شدید ہوگی۔ (التبلیغ ص ۲۴ ج ۸)

جو گناہ اس رات میں کیے جاتے ہیں دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو بزرگِ عبادت نہیں ہیں اس کا بُرا ہونا تو بالکل

## اس رات کے گناہ

ظاہری ہے جیسے آتش بازی چھوڑی جاتی ہے جس کی وہ ہی مثل ہے گھر پھونک تماشہ دیکھا، اس میں کبھی ہاتھ جل جاتے ہیں مال اور جان دونوں کا نقصان ہوتا ہے پس علاوہ معصیت و گناہ ہونے کے اس میں دنیا کا بھی تو نقصان ہے۔



دوسری قسم جو کہ معصیت بزرگ عبادت ہے وہ کیا ہے بدعت، چنانچہ اسی رات میں ایک بدعت یہ بھی عوام میں جاری ہے، اگرچہ ہمارے یہاں نہیں ہے مگر بعض بوڑھیوں اب بھی جاری کیے ہوئے ہیں، جیسے حلوہ، اور چونکہ بدعت میں مزہ بہت ہے اس لیے تاویل میں کر کے حلوہ جائز کرنا چاہتے ہیں۔

ایک تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک رانت جب شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل ہے کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی نہ کہ شعبان میں۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۳۲)۔

اور منع کرنے سے بھی نہیں مانتے، غرض چونکہ اس کے اندر لطف ہے اور مزہ ہے اور چونکہ بدعت بھی ایک معصیت ہے۔ اس شب با برکت میں ان معاصی (گناہوں) کا ارتکاب اور زیادہ بُرا ہے۔ (القبلیغ ص ۷۷ ج ۸)۔

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ چند مہوں شب شعبان میں خاص نوافل نماز اَلْفِیہ پڑھی جاتی ہے یعنی تئو رکعتیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دس دس بار سورۃ قل ہوا شہاد کی قنارت ہو، یہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ کسی صحابی نے اور تابعیوں کا کوئی مضبوط ارشاد منقول ہے، پڑھنی چاہئیں، یہ کوئی قید نہیں۔ جو چیز شرعاً بے قید ہے اُس کو بغیر قید کے ہی رکھو۔ حدیث شریف میں (مبارک راتوں میں) نوافل کی کوئی قید نہیں آئی ہے بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کر لو۔ اس میں نوافل بھی آگئے اور وہ بھی کسی خاص ہیئت و کیفیت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے تو اس کا سبب

یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لیے اس کی خاص حالت کے پیش نظر اس کے لیے تجویز کیا ہوگا، اور اس کے حق میں بھی مصلحت ہوگی، اب اس کو عام کر لینا، یہ بدعت ہے، باقی بزرگوں کو بُرا نہ کہے۔ غرض حدیث شریف میں کوئی عمل وارد نہیں، چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ شکر کرو، یا نوافل پڑھو، خواہ وعظ کہو سنو۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، کانپور میں اس شب کے اندر ہم وعظ کہلواتے تھے کیونکہ وعظ کے شغل میں جاگنا ذرا آسان ہوتا ہے، اگرچہ بعض اُس میں بھی سو جاتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۴۱ ج ۸)۔

خوب سمجھ لو کہ اس رات میں کوئی عبارت خاص منقول نہیں، خواہ وعظ سنو، خواہ نوافل پڑھو، خواہ تلاوت کلام اللہ کرو، اختیار ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ: "صوموا نهارها" تو یہ امر بھی استحبانی ہے یعنی روزہ پندرہویں کا مستحب ہے فرض و واجب نہیں۔ غرض "قَوْمُوا لَيْلَهَا" سے اس رات کی فضیلت معلوم ہوگی، اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں "هَلْ مِنْ دَآءِجٍ فَاسْتَجِيبْ لَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاغْفِرْ لَهُ" یعنی ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ ہم قبول کر لیں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت ہو جائے؟ صبح تک اسی کیفیت سے اعلان ہوتا رہتا ہے۔ (التبلیغ ص ۸۴ ج ۸، الترغیب ص ۱۰۱ ج ۲)۔

بخشش کی رات میں بھی محرومی

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ  
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ  
فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا الْمُشْرِكِ أَوْ مُشَاجِرٍ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ  
وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ (رض)۔

ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ستر بج  
رو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ جل شانہ نصف شعبان کی رات کو یعنی



شب برات میں دنیا والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے اور یہ بھی الفاظ ہیں کہ کینہ رکھنے والے اور ناحق کسی کی زندگی ختم کر دینے والے کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس شب میں اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے۔

تشریح :- حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بابرکت اور مقدس رات میں اپنی رحمت کاملہ کے ساتھ دنیا والوں پر متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دریائے رحمت اتنے جوش میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کو بھی معاف کر دیتا ہے اور اپنی بندگی و عبادت اور اطاعت کے معاملہ میں اتنی مہلت دیتا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر توبہ نہ کریں اور اپنی بد اعتقادی اور بد عملی سے باز نہ آئیں تو انھیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

کینہ تو زاپٹ رکھنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو شرعی جہت سے نہیں بلکہ نفسِ آمارہ کی فریب کاریوں میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ دوسروں کے لیے اپنے سینہ میں بغض و حسد کی آگ جلائے رکھتا ہے، ایسا بد باطن شخص بھی اس بابرکت رات میں پروردگار کی عام بخشش سے کوئی حصہ نہیں پاتا، شب برات میں جو بد بخت رحمتِ الہی کے سایہ میں نہیں ہوتے بایں طور کہ ان کی بخشش نہیں ہوتی، ان کی تفصیل مختلف روایتوں میں مذکور ہے یہاں تو کفر کرنے والے، کینہ توڑ اور ناحق کسی کی جان لینے والے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں اتنا اور منقول ہے کہ نانا کاٹنے والے (یعنی رشتہ داری اور بھائی بندی کو منقطع کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ازار ٹکانے والوں یعنی ٹخنوں سے نیچا پا جامہ، لنگی ٹکانے والوں، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں، ہمیشہ شراب پینے والوں اور بعض روایتوں میں زنا کرنے والوں اور ظلم کے ساتھ محصول لینے والوں، جادو کرنے والوں، کامن غیب کی باتیں بتانے والوں اور باجا بجانے والوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ وہ بد بخت



لوگ ہیں جو اس مقدس رات میں بھی پروردگارِ عالم کی عام رحمت سے محروم ہیں۔  
(مظاہرِ حق جدید، ج ۲، ص ۲۰۲)۔

**محرومین کی فہرست** | روایات میں پندرہویں شب شعبان کی فضیلت واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ یہ شب اللہ ربُّ العزت کے نزدیک نہایت مبارک اور قیمتی ہے۔ اور اللہ ربُّ العزت اپنے بندوں کی عام مغفرت فرماتے ہیں اور خاص توجہ فرماتے ہیں۔ مگر یہ توجہ انھیں حضرات پر ہوتی ہے جو کہ خود بھی اس کی طرف امانت (رجوع اور متوجہ ہوں) کریں اور طالبِ مغفرت ہوں، اپنی اپنی حاجاتِ اخروی اور دنیوی کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کریں اور ان کو پورا کریں۔

مگر چند نوع گناہوں کی اس قدر شدید ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھوڑیں اور ان سے مکمل توبہ نہ کریں اس وقت تک اس شخص کی مغفرت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۱) مشرک (۲) کینہ رکھنے والا (۳) والدین کا نافرمان (۴) زنا کرنے والا (۵) شراب نوشی کرنے والا (۶) کاہن (۷) قطع رحمی کرنے والا (۸) کپڑا یعنی تہبند و پانجامہ ٹخنوں سے نیچے اٹکانے والا۔

یہاں ہر ایک کی الگ الگ کچھ تشریح پیش کی جاتی ہے :-

**مُشْرِك** | خدا کی ذات و صفات میں غیر خدا کو شریک کرنے والا اور اس کے ساتھ معبود کی طرح معاملہ کرنے والا، اس کی پرستش کرنے والا وغیرہ۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (پارہ ۵ سورہ النساء)۔  
بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخش دیتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

دوسری آیت "وَأَذَقْنَا لِقْمَنَ لِبْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبُئْتِي لَأَنْتُ شَرِكٌ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَكُلْمٌ عَظِيمٌ"۔

اور جب کہ کہا لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے سے، جب اس کو سمجھانے لگا، اے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ (اللہ کے ساتھ) بے شک شریک بنانا بڑا ظلم ہے (سورۃ لقمان، پارہ ۲۱)۔

شریک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک جرم عظیم اور نجاوت ہے اور یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں جو کہ سبب دائمی ہلاکت اور بربادی کا ہے۔ اللہ رب العزت جو کہ خالق و مالک ارض و سما یعنی زمین و آسمان کا مالک ہے اور اس کی ذات تنہا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہے۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ الْخَرُّ۔ خداوند قدوس جو کہ رحیم و کریم ذات ہے مگر غیرت خداوند عالم اس کی معافی کو گوارا نہیں فرماتی جس طرح خدا کی ذات میں شرکت جرم عظیم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں بھی شرکت گناہ عظیم ہے۔ (حقیقت شب برات ص ۱۹)۔

آپس میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے کینہ رکھنے کا کینہ کیا ہے؟ تو یہ بالکل حرام اور خدا کی رحمت سے محروم کر دینے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ الاعراف)۔

اختیار کرو معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ جا بلہوں سے۔ غلطی کا امکان لازمی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا معافی کو اختیار کرو، اور جہلاء اگر کوئی بات نامناسب کہیں تو ان سے اعراض کر لو اس طرف دھیان مت کرو۔ حدیث شریف میں ہے:۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا تَبَاغَضُوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں بغض نہ رکھو۔ کینہ جس کو عربی میں حقد کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب کسی آدمی کو غصہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اس کے ضبط کرنے



سے اس شخص کی طرف سے دل میں ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں۔ بس اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول و تعلقات شروع کرے گو بتکلف سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائیگا (تعلیم الدین از مولانا تھانوی رحمہ اللہ)۔

حدیث شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شریک نہیں ٹھہراتا (خالص مومن ہے) مگر وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ اس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو تمام انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ہر مومن کی مغفرت کر دی جاتی ہے، مگر جن مسلمانوں کے درمیان میں کینہ ہو (ان کی مغفرت نہیں ہوتی)۔ ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ یہ حضرات اس کو ترک کر دیں اور آپس میں ملاقات کر لیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۸)۔

ان روایات میں کینہ جیسی بُری عادت کی مذمت اور خرابی بیان کی گئی ہے جو دنیا اور آخرت ہر اعتبار سے مہلک اور نقصان دہ ہے۔ آپسی تعلقات خداوند قدوس کو محبوب ہیں۔ اگر آپس میں رنجش ہو جائے تو زائد وقت تک اس کو باقی نہ رکھا جائے، بلکہ بہت جلد ہی اس کو دور کیا جائے اور اس کی بہترین صورت ابتداءً سلام کرنا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن رات سے زائد ترک تعلق کر دے کہ وہ اس سے منہ موڑ کر چلے۔ محمد رفعت،

جو عزیز و اقارب (رشتہ داروں) کے حقوق ہم پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور ان کے ساتھ بد سلوکی کرنا، تعلقات

قطع رجمی کیا ہے؟

کو ختم کرنا، اس کو قطع رحمی کہتے ہیں۔ احادیث میں اس کی نہایت مذمت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کو نہایت مذموم فرمایا گیا ہے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ (دو گناہ) اس قدر سخت ہیں کہ ان کے کرنے والے کو بہت جلدی دنیا میں (بھی) عذاب (سزا) فرماتے ہیں (اور آخرت میں) اس کے علاوہ ہوگا۔ بغاوت (ظلم، قطع رحمی) تعلقات کا ختم کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف)

بہت سی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نامِ رحمن سے نکالا گیا ہے جو اس کو ملائے گا رحمن اس کو ملائے گا۔ اور جو اس کو قطع (ٹوڑنا) کرے گا رحمن اس کو قطع کرے گا۔ (فضائل صدقات ص ۲۱۹ ج اول)۔

فقیر ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ یہ شخص پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اس لیے ہر ایمان والے کو چاہیے کہ بہت جلد اس مہلک مرض سے توبہ کر لے، اگر اس میں مبتلا ہے تو عملاً ختم کر دے اور صلہ رحمی پر یعنی تعلقات قائم کرنے پر کاربند ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں، اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے گا کس قدر اظہارِ ناراضگی ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد قرآن و احادیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے۔ دعا کی قبولیت میں قطع رحمی سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔

اجتماعاً اگر دعا کرنا ہے تو اس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ یہ مجمع اس گناہ سے پاک و صاف ہوتا کہ رحمتِ خداوندی دعا کرنے والوں پر متوجہ ہو، اور جبکہ دوسرے قطع رحمی کرنے والے کی وجہ سے محروم رہ سکتے ہیں تو پھر یہ خود کس قدر محروم ہوگا۔ نیز جب کہ اس کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوتی، تا وقتہ کہ اس بدترین فعل سے



بچ نہ جائے (حقیقتِ شبِ برات ص ۲۲)۔

آپس میں دشمنی رکھنے والا، نفسانیت کی وجہ سے انسان اکثر حق و ناحق کے فرق سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرے کا جو حق اپنے ذمہ آتا ہے اسے نظر انداز کر دیتا ہے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی بات پر دو بھائیوں (آپس) میں کچھ ناچاقی ہو جائے تو ایماندارانہ طریقے پر ہر شخص اپنی حالت پر غور کرے اور جو غلطی پر ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اُسے دُور کرے اور خود آگے بڑھ کر صلح کر لے، اور ایمانی تقاضے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو پہلے بڑھ کر صلح صفائی کی پیش کش کر دے چاہے غلطی دوسرے ہی کی ہو۔

خدا نے انسان کو جو جسم و جان دیئے ہیں، یہ امانت ہے، انسان ان کی مدد سے نیکی کی راہ میں جدوجہد تو کر سکتا ہے ان کو ضائع نہیں کر سکتا، اور جو شخص یہ بددیانتی اور خیانت کرتا ہے خدا کی نظر میں وہ بڑا باغی اور مجرم ہے جو اس رات کی خاص رحمت و مغفرت سے محروم رہے گا اور دوسری بہت سی سزاؤں کا بھی مستحق ہوگا۔ (الترغیب ص ۳۶ ج ۳)

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال | ٹخنوں سے نیچے پا جامہ لنگی وغیرہ پہننا

یا بہت لمبی آستین بنانا یا بہت لمبا شلہ (صافہ میں جو پیچھے کمر کی جانب چھوڑا جاتا ہے) چھوڑنا، حدیث شریف بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دنظر رحمت نہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف جو اپنی ازار (پا جامہ لنگی وغیرہ) کو اتارنے کی راہ سے نیچے لٹکائے" ۲۔ دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ازار ٹخنوں سے نیچا ہو وہ دوزخ میں ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری رح نے)۔

۳۔ تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اس کا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے

بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی اور عمامہ میں بھی۔ جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ کریں گے قیامت کے دن۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے)۔

اور اس کی تائید کرنے والی ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرمائیں گے، روایت کیا اس کو امام بخاری نے۔ اس میں مطلقاً کپڑے کو فرمایا، جس میں تمام کپڑے آگے جس میں ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آگئی ہے اور دوسرے لباسوں اور کپڑوں کے متعلق علماء محققین نے فرمایا کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھانا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا، یہ سب اسباب ممنوع ہے۔ بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے جو براؤ تکبر ہو، ہم تو تکبر نہیں کرتے، اس لیے ہمارے لیے جائز ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر نہیں کرتے، اچھا پھر ایسا کیوں کرتے ہو، وضع مسنون کیوں اختیار نہیں کرتے ہو، اس کے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے، اونچے پانچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو، اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضروری ہے کہ قید احترازی ہو، ممکن ہے کہ قید واقعی ہو، چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جس میں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے، اس میں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں، مطلقاً ارشاد ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوا ہے خواہ تکبر ہو یا نہ ہو، ہر حال میں ممنوع ہے، ہاں تکبر میں ایک گناہ تکبر کا اور مل کر معصیت شدید ہو جائے گی، یہ دوسری بات ہے اور پلا تکبر ایک ہی معصیت رہے گی، مگر رہے گی تو سہی۔ بچاؤ اور جواز کی تو صورت نہ نکلی، اگر کوئی کہے کہ اس مطلق کو بھی ہم اسی پر محمول کر لیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے



کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ مطلق لپٹنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں۔

بعض لوگ تقویٰ جتلا نے کو نماز میں دپا تجمہ پینٹ وغیرہ کو اوپر کو کر لیتے ہیں حالانکہ نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے بعض لوگ پانچے تو لمبے لمبے بناتے ہیں مگر ٹہن ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پری رہتی ہیں۔ یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑے کا برباد کرنا ہے، خواہ ننھے ڈھکے رہیں یا کھلے رہیں اس سے کیا بچاؤ ہوا، اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسے کپڑے سینا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔ صاف انکار کر دینا چاہیے، کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۲۸)۔

منجملہ رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتاب یا تصویر ہو“ (بخاری و مسلم)۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا“ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بجز تین غرض کے کتابا لے (۱) مویشی کی حفاظت (۲) شکار (۳) گھریا کھیت کی حفاظت۔ اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط (حدیث میں قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ کے برابر آتی ہے) کم ہوتا رہے گا روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، بلا ضرورت کتابا لانا۔ سب کا حرام ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہو گئے۔ تصویر مکان کا جز اور کتابا اہل و عیال (گھر والوں) میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ ذرا بھی دل کو

انقباض (رکاوٹ) اور روک ٹوک نہیں، بے دھڑک دونوں چیزیں برقی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عقلوں پر اس قدرستی کا غلبہ ہے کہ گتے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے ممانعت کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ گویا درپردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبت (بے کار) اور لغو ہونے کے مدعی ہیں۔ اگرچہ صحیح ان کے دلوں میں ایسا خیال ہے تو تجدید ایمان ضروری ہے۔ مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی علت ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں، احکام مجازی دنیاوی احکام کے بہت سے قوانین و احکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون و چرا ان کو مانتے ہیں، تو حاکم حقیقی (اللہ تبارک و تعالیٰ) کے احکام میں کیوں چون و چرا کی جائے؟ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کے موافق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کے موافق ضرور ہے مگر عقل کی رسائی (پہنچ) تو وہاں تک ضروری نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں جس بصر سے دریافت کرنے کے قابل ہیں مگر اندھوں کو ادراک (مجسوس) نہیں ہو سکتا۔ یہ عقل والے کا کام ہے کہ احکام کی علت کو سمجھ لے، یہ عقل انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کاملین اور علماء راسخین (پکے علماء رحمۃ اللہ علیہما) کو عطا ہوتی ہے۔ عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں۔ اور کوئی ڈگری، یا پاس کر لینے سے زمرہ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

اور یہ کہ مراد اس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں۔ یعنی جو قرآن شریف اور حدیث شریف کو بھی نہ مانتا ہو، اس کو توحید و رسالت کی تعلیم دلیل عقلی سے ممکن ہے۔ رہ گئے فروع، مثلاً فلاں چیز حرام کیوں ہے، فلاں چیز حلال کیوں ہے، اس کا عقلی ہونا بایں معنی ضروری نہیں، بلکہ اس کو دلیل شرعی سے مان لینا چاہیے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لیے جتنی دلیلیں چاہئیں کر لی جائیں، جب حاکم ہونا تسلیم کر لیا، پھر اس کے ہر حکم میں تجتبیں (دلیلیں) تلاش کرنا صریح بغاوت ہے۔ یعنی جب اللہ کو تسلیم کر لیا ایمان لے آئے تو پھر اس کے ہر حکم کو ماننا چاہئے، وجہ اور علت نہ تلاش کی جائے کیونکہ دنیاوی قوانین کی علت، وجہ، بلکہ ہماری سمجھ میں



نہیں آئی ہے پھر بھی مانتے ہیں۔

غرض حکم شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے، ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لیے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جائے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ بعض لوگ زبردستی کی ضرورت میں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے مکان کی حفاظت کے لیے کتا پاں رکھا ہے۔ لیکن یاد رکھیے گا اللہ تعالیٰ تو ارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں۔ اگر خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو اجازت نہیں ہو سکتی ہے، صرف کتے سے تو حفاظت وہ کرے جس کے پاس نوکر (ملازم) دربان، پرے دار نہ ہوں، جب ماشار اللہ ایک ایک کام کے لیے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے؟۔ اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق ہے تو پھر کتے کیوں پالتے ہیں (اصلاح الرسوم ص ۳) از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

بعض لوگ تصویر کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے، بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے، اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہو جائے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔

## تصویر کا شرعی حکم

اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہو جانے سے حرمت اس لیے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے، جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہو سکتی ہے۔

بعض لوگ اعتراضات کہتے ہیں کہ روپیہ رکھنے کی کیوں اجازت ہے جب کہ اس پر بھی تصویر ہوتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت و آرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں۔ تو کہاں یہ، اور کہاں وہ۔ (اصلاح الرسوم ص ۳)۔

مسئلہ :- جس گھر میں گستا، سُور (خنزیر)، شراب، زانی یا زانیہ یا تصویر ہو اس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۸)۔

**علم نجوم** | حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ جس نے علم نجوم کے حصوں میں سے کچھ حصہ زچہ کر شریعت کے خلاف ہو، حاصل کیا تو گویا، اس نے جادو کو حاصل کیا، بخوی کا بن ہے اور کابن جادو گر ہے اور جادو گر کا فر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ" (نسائی شریف ص ۲۱۶)۔

جادو وغیرہ یہ تمام شرک و کفر کی ہی شاخیں ہیں جو بالکل حرام ہیں جس طرح جادو کرنا حرام ہے، ایسے ہی جادو کرنا بھی حرام ہے، اور آج کل عوام تو کیا بعض خواص بھی اس مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جہاں کسی سے کوئی دشمنی ہوئی یا اور کوئی بات ہوئی تو اس کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی دلی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتوں میں بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ذرا سا کوئی خلاف منشا کام ہو تو اس کی طرف دوڑتی ہیں جبکہ یہ وعیدیں سامنے ہیں۔ اور اس قسم کے تعویذات وغیرہ جن میں کسی مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو تکلیف ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

ان تمام چیزوں سے بچنا چاہیے اور جو اس قسم کے کام کرتے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں اور اس پر اجرت لینا اور دنیا دونوں ہی حرام ہیں۔ **شراب نوشی کا حکم** | اسلام میں شراب اور ہر نشہ والی چیز کا استعمال حرام کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی حرمت مفصل طور پر بیان کی گئی ہے "إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْبُورُ وَالْأَنْصَابُ الْخَوَارِجُ" (ترجمہ) بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانے سب گندے کام ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۶ ج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "كُلُّ مَنْ سَحَرَ حَرَامٌ" (یعنی



تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "احسان جملانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲)۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "تین آدمیوں پر جنت حرام ہے (منجملہ ان کے) ایک شراب پینے والا بھی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۸)۔

**غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم** | درحقیقت علم غیب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اُس کے ہوا

کسی کو علم غیب اپنی اصطلاحی حقیقت کے ساتھ نہیں، اس لیے غیب کی خبر بتلانا اور دریافت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا ہے۔ شریعت نے ان کو بالکل حرام فرمایا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ قرآن خداوندی ہے کہ: **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** (پارہ ۲۱، سورہ لقمن ۱)۔

احادیث میں اس پر سخت ترین وعید فرمائی گئی ہے کہ جو شخص علم غیب پوچھے اور بتلائے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جو شخص عرف یعنی غیب کی بات بتلانے والے کے پاس آیا اور پھر اس نے اس سے کسی چیز کی بابت دریافت کیا تو اس شخص کی نماز چالیس رات تک قبول نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۳)۔

**والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم** | انسان کی تربیت میں چونکہ والدین

اس لیے ہر قسم کی نیکی اور حسن سلوک ماں باپ کے ساتھ کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ والدین میں سے کوئی ایک۔ یا زودتر بپوڑھے ہو گئے ہوں تو ایسی حالت میں

ان سے نہایت نرمی، شیرینی اور خوش خلقی کی گفتگو کی جائے۔ زبان یا ہاتھ پاؤں سے ان کی شان میں کوئی بدتہذیبی اور سختی کا مظاہرہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے سابقہ حقوق کو یاد کر کے ان کے لیے دعا، رحمت و مغفرت کی جائے۔

والدین اپنی اولاد کو انتہائی مہربانی و شفقت سے پرورش کرتے ہیں، اس کا تقاضہ ہے کہ ان پر شفقت و مہربانی کی جائے۔ اور ہر طرح کی ان کی دست گیری اور امداد کی جائے اور فقط اس شفقت و خیر گیری پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا، رحمت بھی کی جائے۔ والدین سے نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں، ان میں سے چند نقل کی جا رہی ہیں:-

امام احمد و مسلم نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ذلیل ہو وہ شخص جس نے ماں باپ یا دونوں میں ایک کو پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا“ (یعنی ان کی خدمت و فرماں برداری نہ کی)۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے خدمت گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے حضور کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔ پھر متفرق مجاہدوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سہ بارہ یہی ارشاد فرمایا۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”رضائے الہی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (ترمذی، تفسیر بیان السجان ص ۳۹۵)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

**شعبان کے روزہ کا ثبوت**

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ التَّضَعُّفِ مِنْ شَعْبَانَ فَتَقْوُ مَوَالِيكُمَا وَصُومُوا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْزِلُ فِيهَا بِغُرُوبِ الشَّمْسِ



إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَلَا مَن مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ  
أَلَا مُنْذِرٌ فَازْرُقْهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأَعَافِيَهُ أَلَا كَذَّابٌ حَتَّى  
يُطْلَعَ الْفَجْرُ. (رواه ابن ماجه).

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب نصف شعبان کی رات ہو (یعنی شبِ برات) تو اس رات میں نماز پڑھو اور اس کے دن میں (پندرہویں شعبان کو) روزہ رکھو، کیونکہ اللہ جل شانہ اس شب میں آفتاب چھپنے کے وقت سے آسمان دُنیا (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے۔ (یعنی اپنی خاص رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے) اور (دنیا والوں سے) فرماتا ہے کہ آگاہ! ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخشوں؟ آگاہ! ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اُسے رزق دوں؟ آگاہ! ہے کوئی گرفتارِ مصیبت کہ میں اُسے عافیت دوں؟ آگاہ! ہے کوئی ایسا ویسا (یعنی اللہ تعالیٰ ہر تکلیف کا نام لے کر اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے مثلاً فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں عطا کروں؟ ہے کوئی غمگین کہ میں اُسے خوشی اور مسرت کے خزانے بخشوں وغیرہ وغیرہ) یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ) تشریح :- شبِ برات کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدس رات ہے جب کہ پروردگار عالم اپنی رحمتِ کاملہ اور رحمتِ عامہ کے ساتھ ہیں دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیا والوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور اٹھانے کے خزانے بھرتا ہے۔

بشارت ہوں نفوسِ قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدس رات میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈتے ہیں، عبادت و بندگی کرتے ہیں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں قبول فرماتا ہے۔ افسوس ہے ان ہمنصیبوں پر جو اس بابرکت و باعظمت شب کی تقدیس

کا استقبال ہووے اور کھیل کود سے کرتے ہیں، آتش بازی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہو کر اپنی نیک بختی و سعادت کو بھسم کرتے ہیں، کھیل کود اور جلوے ماندے کے چکر میں پڑ کر رحمت خداوندی سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم شب برات کی عظمت و فضیلت کا احساس کریں اس رات کی تقدیس کا احترام کریں اور عبادت و بندگی کا مخلصانہ نذرانہ پروردگار کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کی رحمت غامہ سے اپنی دین و دنیا کی سعادتوں اور کامیابیوں کو حاصل کریں۔ (مظاہر حق جدید ص ۱۲ ج ۱۲)۔

شَبُّ بَرَاتٍ كَارِزَةٌ رَكْنٌ كِي وَجِبِ  
بَنُّ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

لَمَّا رَأَيْتُكَ تَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ ذَاكَ  
شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ  
تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ وَأَجِبْتُ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي  
وَأَنَا صَائِمٌ. (رواه النسائي)۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! آپ شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اور اسی مہینے میں بارگاہ رب العالمین میں اعمال لے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔“

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب میری اہل رموت کا فیصلہ لکھا جائے تو روزے سے ہوں۔



تشریح :- رمضان کا مہینہ تو افضل ترین مہینہ ہے ہی، ماہِ رجب بھی اشہر حرمِ ارباعظمت چار مہینوں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں سے ایک ہے اور جس کی اسلام سے قبل بہت تعظیم کی جاتی تھی، اور شعبان ان دو مبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے اور خود شعبان کے بھی متعدد فضائل ہیں۔ یہاں تک کہ ترمذی اور بیہقی (حدیث کی کتابوں کے نام ہیں) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے روزے ہیں جو رمضان کے احترام اور اس کی تیاری میں رکھے جاتیں۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ یہ مہینہ لوگ غفلت میں نہ گزار دیں پھر جس طرح فرض نماز سے پہلے کی سنتیں، نماز سے انسان کے دل کو مانوس کرنے میں اور عالمِ روحانی سے اُسے قریب کرنے میں ایک خاص اثر رکھتی ہیں وہی نسبت شعبان کے روزوں کی فرض روزوں سے ہے۔

شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواتر روزے رکھنے کی ایک خاص وجہ علاوہ شعبان کی فضیلت کے یہ بھی تھی کہ آپ کا معمول ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا تھا تو کبھی وہ روزے رہ بھی جاتے تھے تو آپ ان سب کو جمع کر کے شعبان میں پورا فرمالتے تھے۔

اور ماہِ شعبان میں آپ کے روزوں کے متعلق روایات مختلف ہیں، یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سوائے رمضان کے اور کسی مہینے میں تمام روزے نہیں رکھے، اس لیے علماء نے اس روایت میں تمام ماہ سے اکثر ایام مراد لیے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سال پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں اور کسی سال کچھ ناغہ بھی کر دیئے ہوں۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۵۶ جلد ۲)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ | **عورت کے لیے نفل روزہ کا حکم** |  
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَرَوْحُهَا شَاهِدًا  
 إِلَّا بِإِذْنِهَا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ”علاوہ رمضان کے کوئی روزہ رکھے“

تشریح:۔ اجازت نفل روزہ کے لیے، یا تو زبانی لے لی جائے اور یہی بہتر ہے اور اگر عورت کو یہ یقین ہے کہ میں روزہ رکھ لوں گی تو انھیں یعنی شوہر کو ناگوار نہ ہوگا یا یہ کہ شوہر کی طرف سے پہلے سے اجازت ہے تو بغیر کسی اجازت کے بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔

(اور نفل روزہ کی) مانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم کس وقت ایسا اتفاق پیش آجائے جس میں روزہ رکاوٹ ہو۔ البتہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (الترغیب والترہیب ص ۳۸۳ ج ۱۲)۔

**عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟** | میں یکسوئی نہیں ہوتی، ہر چیز میں

جداجدالذت ہوتی ہے جس پر توجہ منتقل کی جاتی ہے، اس سے توجہ تقسیم ہو جاتی ہے اس لیے نیند نہیں آتی بخلاف نماز کے، جب اس کو شروع کر دیا چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے گھڑی میں چابی بھردیتے ہیں تو خود بخود چلتی ہے، اس لیے بالکل نماز میں توجہ بانٹنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی اس میں یکسوئی ہو جاتی ہے اس لیے نیند آ جاتی ہے اسی طرح وعظ کہ جہاں شروع ہو گیا اور اس طرف کان لگ گئے بس یکسوئی



ہوگئی اور نیند آنے لگی اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے یکسوئی نہیں ہوتی، اس لیے نیند بھی نہیں آتی، مطلب یہ کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (التبلیغ ص ۱۶۵)۔

**عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب** | اور عبادت میں نیند نہ آنے کی

تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال کر لیے جائیں تاکہ توجہ منقسم نہ رہے، کچھ نوافل پڑھ لے، تلاوت کرنے لگے، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کر دیا جائے یا سننے لگے۔ بہتر تو یہی ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں، اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے، تو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی، پس مستی نہ کرے، اور نیند نہ آنے کی تدبیر بھی کرے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے میں قدرے کمی کرے، پھر اگر ضرورت ہو تو کالی مرچ چبائے اس سے بھی نیند بھاگتی ہے۔ اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں سب کرے، اور اگر باوجود تدبیر کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند معتبر ہے، یعنی پھر سو جائے، لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پھر سو گئے، غلبہ نیند کی صورت اس طرح سمجھو، ایک صاحب کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ ”کریمیا بہ بخشائے بر حال ما“ اور نیند میں نکل رہا تھا ”اری ماں“۔ (الستبلیغ ص ۱۶۷ ج ۸)۔

(مطلب یہ کہ ذرا سی اونگ سی آنے لگے اس کا اعتبار نہیں بلکہ نیند غالب ہو جائے اور نیند کی وجہ سے ذکر کرتے وقت یا پڑھتے وقت الفاظ کچھ کے کچھ نکل رہے ہوں جس کی وجہ سے معنی بھی بدل جائیں۔ اگر یہ حالت ہو تو سو جائے، نیت پر دار و مدار ہے، یہ مکلف نہیں اور امید ہے کہ اس کو پورا ثواب ملے۔ اور شروع شب میں ہی عبادت وغیرہ کر لے کیونکہ آخر رات میں عبادت کرنا افضل اٹھیں کے لیے ہے جن کو اٹھنا آسان ہو یا اٹھنے کی اُمید ہو، محمد رفعت قاسمی غفرلہ)۔

**جاننے کا طریقہ** | نیند نہ آنے کے لیے متفرق عبادتوں میں مشغول ہوں کسی سے کوئی مختصر مباح بات بھی کر لی (جاہز بات، غیبت وغیرہ نہ ہو جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مڑبہ، اچار و چٹنی کا بھی ذائقہ لے لیتے ہیں، اتنی بات

کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں، یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں میں ہی گزار دیں کیونکہ صرف خالی جاگنا ہی مقصود نہیں (عبادت کرنا بھی ہے) جیسے میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ محض جاگنے کے لیے افیون کھایا کرتے تھے جو خلاف شرع حرکت تھی۔ تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، جاگنا تو عبادت کے لیے ہو مگر تجدید نشاط کے لیے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کرنی تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کر لیتے تھے، باتیں مقصود نہیں تھیں، بلکہ طبیعت کی تازگی کے لیے ایسا فرماتے۔ اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (الستبلیغ ص ۲۳)۔

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ پوری رات جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر رات کے اکثر حصہ میں جاگ کر عبادت کرنی تو فیضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل کام ہے، انسان ڈیوٹی یعنی ملازمت، کاروبار اور دنیاوی دھندوں میں کئی کئی رات مسلسل جاگتا ہے اور فخر یہ کہتا ہے کہ مجھے اتنی رات جاگتے ہوئے ہو گئی ہیں ذرا دیکھئے گا گذشتہ مبارک شب میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور ان کے لیے آخری مبارک شب تھی، ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ ہم میں سے کس کس کا بلاوا آجائے اور اس نعمت سے محروم ہونا پڑے۔ ہر عقلمند انسان جانتا ہے کہ آئندہ ہر ضرورت کا انتظام اس کے پیش آنے سے پیشتر ہی کیا جاتا ہے۔ سردی کے گرم کپڑے سردی شروع ہونے سے پہلے ہی تیار کیے جاتے ہیں، شادی وغیرہ کا انتظام پہلے ہی سے کیا جاتا ہے، تو کیا موت کی تیاری موت کے بعد ہوگی؟ اگر ایسا نہیں تو بتائیے کہ اس وقت جبکہ آپ یہ مضمون پڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ کون سی تاریخ اور کونسا دن آپ کا پانا یقینی ہے؟ زندگی کے صبح و شام ہی عمل کرنے کا موقع اور وقت ہیں ہر دن موت کو کھینچ کر ہمارے پاس لیے چلا آ رہا ہے۔ بس اب ہماری کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ خود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ہم جیسا چاہیں فیصلہ کر لیں، کیونکہ خدا کا دیا ہوا وقت موجود ہے، یہ دنیا دارا عمل بھی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ۔



**شریعت کا مقصود** | اگر تکاں ایسا ہو جائے کہ نیند سے بے قابو ہو جائے تو جاگے نہیں بلکہ سو جائے کیونکہ ارشاد ہے :-

فلیرقد۔ (پس وہ سو جائے)۔ ایسی حالت میں سونے میں ہی فضیلت ہے۔ بہر حال عبادت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کر دے جیسا حکم ہو ویسا ہی کرے، غرض اتباعِ نفس کے لیے کچھ نہ ہو محبوب کا جو حکم ہو وہ کرو، یہی دراصل عبادت ہے اور باقی کوئی شے بالذات مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (التبلیغ ص ۲۷)۔

**مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع** | سوال :- نصف شعبان و عیدین اور رمضان المبارک

کے عشرہ اخیرہ وغیرہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر و تلاوت وغیرہ کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :- ان مبارک راتوں میں مساجد میں اگر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں :-  
(۱) مسجد میں اگر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوت قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، یہ بدعت ہے اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور یہ شریعتِ مطہرہ پر زیادتی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔  
(۳) خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی

بھی ہے کہ نفلی عبادت کے لیے ہیئت اجتماعیہ پیدا کر لی جو شرعاً ممنوع ہے۔  
 بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے بچے روتے ہیں جس کی وجہ  
 سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا۔ یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام  
 ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کر لی تو خشوع و  
 خضوع بھی حاصل ہے، اگر خلاف سنت لاکھ آدھ بکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں،  
 شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود  
 تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کیے اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھے اور آج  
 ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے  
 حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے  
 ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتی  
 جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں  
 کو سمیٹ لیتیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے  
 تو حضرت عائشہ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں۔

رات اندھیری، چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک  
 آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے، اور مسجد نبوی اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا  
 تو مسجد میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ہے جس کا فضل ظاہر ہے اس کے  
 باوجود محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے مسجد  
 میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آجاتی ہے، اور اگر  
 مسجد میں ہیئت اجتماعیہ کی شکل میں ذکر و نوافل میں لگ جائیں، اور کچھ تقاریر ہوں  
 اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے اس طرح سے بہت زیادہ  
 عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ ہی کراپتے۔



خوب سمجھ لیجئے کہ تکثیر عبادت یا اس کی کثرت مقصود ہی نہیں بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دار و مدار ہے۔ اگر تھوڑی دیر عبادت کر لی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اکتا جائے تو آرام کر لے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۴۳ جلد اول)

باوجودیکہ مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے

**نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے**

ثواب سے زیادہ ہوتا ہے لیکن نفل نمازوں کو گھروں میں پڑھنا مسجد نبویؐ میں نفل نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گھروں میں پڑھی گئی نماز ریاء اور نمائش کے جذبہ سے بالکل پاک و صاف ہوتی ہے۔ (منظاہر حق جدید ص ۱۹۶ ج ۲)۔

مسئلہ :- نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح و کسوف (گہن) و استسقاء بارش کے لیے، کے اگر چہ مفتدی ہوں تو حنفیہ رح کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ جمع ہوں یا بطلب آویں، اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۹۹)۔

مسئلہ :- اور اگر مفتدی جماعت نوافل میں چار تک ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔ (مخطاوی علیٰ مرقی الفلاح ص ۲۱۱ و شامی ص ۵۲۴ ج اول)۔

مسئلہ :- اگر امام صاحب (جو نماز نوافل کی جماعت کر رہے ہیں) کی صراحت یا کنایہ یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہو گئے تو کراہت کے وہ شریک ہونے والے ذمہ دار ہیں، لیکن امام صاحب کو چاہیے کہ مسئلہ بتا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبک دوش نہ ہوں گے۔ شامی میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتدار کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۵ ج ۴۔ بحوالہ شامی ص ۶۶۴ ج ۱)۔

## مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا

شبِ برات (شعبان کی پندرہویں شب) اور شبِ قدر وغیرہ میں مساجد کو مزین کرنا

یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد چراغ جلانا زیادہ بروشنی کا اہتمام کرنا جائز نہیں، اور بہت سے مفاسد اور بدعت پر مشتمل ہے۔

اول یہ کہ ساری خرابیوں سے قطع نظر کر لی جائے اور ان مصالح کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے جو زیادہ چراغ جلانے میں پیش کیے جاتے ہیں بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ مساجد کی ایسی تزئین (یعنی سجاوٹ) فی نفسہ مستحب و اولیٰ بھی ہو تب بھی خاص اقول شبِ قدر و شبِ برات وغیرہ میں اس کا اہتمام کرنا بدعت ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مہموم سے لے کر تمام قرونِ مشہود لہا بالآخر (یعنی وہ زمانہ جس میں نیکی کرنے کی تڑپ تھی) میں اور پھر تمام ائمہ علماء دین و صلحاء کے زمانہ خیر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اگر یہ کوئی ثواب کی چیز تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ عملاً و قولاً اس کی دعوت دیتے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے زیادہ اس کے اہل تھے کہ اس کو قبول کرتے۔

اور ضرورت میں زیادہ چراغ جلانے میں اس وقت بتلائی جاتی ہیں کہ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں تو جمع قرآن اور قرآن شریف کی کتابت کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ عام ہو گئی تھی، جب ان حضرات نے اس ضرورت کو ضرورت نہ سمجھا بلکہ نفسِ اجتماعِ مساجد ہی سے احتراز کیا تو اب کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اس بدعت کو سنت بنائے یا کما بخیر اور باعثِ ثواب ہونا ثابت کرے۔ ورنہ بقول امام مالکؒ گویا اس کا دعویٰ کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ رسالت میں خیانت کی اور جو چیزیں ثواب کی تھیں وہ امت کو نہ پہونچائیں۔ نیز یہ دعویٰ لازم آئے گا کہ ہم اس طریقہ سے اچھا طریقہ رکھتے ہیں جو صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور سلف صالحین رحمہم اجمعین کا تھا۔



الغرض اگر اس طرح زیادہ چراغ جلانا فی نفسه بالکل جائز بلکہ مستحب بھی ہوتا ہے جب بھی خاص راتوں کی اپنی طرف سے تخصیص کرنا اور ان میں زیادہ زینت چراغاں کرنا بدعت و گمراہی ہوتا اور اس کا چھوڑنا ضروری ہو جاتا، جیسا کہ سلفِ صالحین کے اعمال و اقوال اس پر شاہد ہیں۔

کتاب الاختصاص جلد ثانی میں علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے ایک تعداد کثیر آئناہ سلف کی اس پر پیش کی ہے کہ اگر کسی حکم میں پہلے سے سنت مستحب ہونے کا بھی یقین ہو لیکن اس پر عمل کرنے سے لوگوں کے غلو اور تعدی عن الحد و الحد سے زیادہ تجاوز کا خطرہ ہو تو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔

ابتداءً سوال کے چھ روزے (شش عید کے) جن کی فضیلت حدیث میں منقول ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک ان کا التزام مکروہ ہے، وجہ یہی ہے کہ اس کے التزام و اہتمام سے (عوام الناس کو) جزوِ رمضان ہونے کا شہ ہو سکتا ہے۔ (الاختصاص منہام)۔

دوسرے یہ کہ شبِ برات اور شبِ قدر وغیرہ میں مساجد کے اندر اجتماع کا اہتمام و التزام، یہ خود ایک مستقل بدعت ہے جس کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اجتماع کوئی پسندیدہ چیز ہے بلکہ مسنون اور مستحب صرف وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس مبارک رات میں بیدار رہ کر اپنی اپنی نوافل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں، اس طرح زیادہ روشنی کرنا غذا و بدعت و ضلالت ہونے کے اور بھی بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے مثلاً (۱) فضول خرچی مال کا ضائع کرنا، اور جو ضرورت سوال میں بیان کی گئی ہے کہ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں وہ خود ایک مستقل بدعت ہے کہ اس کو کیسے اسلامی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے اور بجلی کی روشنی کا بھی یہی حکم ہے کہ ضرورت سے زیادہ پاور کی بقی (لاسٹ) استعمال کرنا یا زیادہ ضرورت سے بتیاں جلانا اضاعت مال اور اسراف میں داخل ہے۔

(۲) اس کثرت سے قنادیل روشن کرنا اور چراغاں کرنا بندوں (غیر مسلموں) کی دیوالی کے

مشابہ ہے اس لیے بھی ممنوع ہونا چاہیے، اور مسجد میں چراغ جلانے کی جو فضیلت آئی ہے وہ صرف مطلق چراغ جلانے کے متعلق ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

نیز جو "سیرت حلبیہ" وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زیادہ قندیں تراویح کے لیے روشن کرادی تھیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے جیسا کہ تم نے ہماری مساجد کو روشن کیا، یہ غلط ہے، واقعہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد ظاہری قندیلوں کا اضافہ کرنا نہیں تھا، بلکہ نورِ قرآن سے مساجد کو روشن کرنا مراد تھا۔ اس غلط روایت پر ایک بدعت کی بنیاد رکھنا سراسر بنا بر فاسد علی الفاسد ہے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں نماز تراویح کا باقاعدہ انتظام و اہتمام فرما کر مساجد کو قرآن شریف و تراویح سے روشن و منور کر دیا تھا، اسی طرف آپ کا اشارہ تھا کہ "اللہ تعالیٰ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا، رفعت قاسمی غفرلہ)۔

تنبیہ :- اس بیان میں سوالات کے ہر نمبر کا جواب مفصل آگیا ہے غور کر لینا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ شب براءت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا ایک بدعت ہے اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا دوسری بدعت۔ اور لوگوں کا اہتمام و التزام کر کے جمع ہونا تیسری بدعت۔

البتہ اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ مسجد میں چلے جائیں اور بغیر تداعی کے جمع ہو جائیں (یعنی بغیر بلائے) تو اس حد تک مضائقہ نہیں، جہاں تک اس اجتماع کے سنت سمجھے جانے کا خطرہ نہ ہو۔ ان بدعات کے علاوہ چراغاں کرنے میں اسراف بھی ہے اور شبہ بالہنود (غیر مسلموں سے مشابہت) بھی۔ اس لیے اتنے مفاسد کے ہوتے ہوئے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ ان منکرات کو حسانات عبادات سمجھ کر مساجد میں کیا جائے اور بالخصوص اس مبارک رات میں۔ کیونکہ مبارک مکانات اور مبارک اوقات میں جس طرح عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح بدعت و معصیت کا گناہ بھی زیادہ ہونا چاہیے، جیسا کہ علامہ



محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدر میں حریم کے اندر زیادتی گناہ کی تصریح فرمائی ہے اور تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی نیک کام اور نفعی عبادت جب بدعت کے ساتھ مل جائے تو اس کا بالکل چھوڑ دینا، کرنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ شاہی کے حوالہ سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (رواۃ سجانہ تعالیٰ اعلم و حکمہ) (امداد المفتین ص ۲۱۱ جلد ثانی)۔

آتش بازی کی تاریخ | اچھی طرح سمجھ لو کہ آتش بازی اور چراغاں کرنے کی رسم جو آج ہندوستان میں رائج ہے، یہ اسلامی

شعائر نہیں بلکہ ہندوانہ شعائر ہے۔ یہ ہندوؤں کے ایک مشہور تہوار دیوالی کی نقل ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ خلط ملط میل جول کے ساتھ جہاں بہت سی باتیں انہوں نے ہم سے سیکھیں وہیں ہم نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھ لیا، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہم سے ہماری اچھی باتیں سیکھیں اور ہم نے ان سے ان کی بُری باتیں۔ آتش بازی خاص ہندوانہ رسم ہے جو اسلام میں داخل ہو گئی۔ اس قول کی سب سے بڑی دلیل، سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ اس رسم کا وجود آج تک بھی ممالک اسلامیہ میں سے کسی ملک میں نہیں، دنیا کے کسی بھی خطہ میں جہاں دوچار مسلمان بھی آباد ہیں۔ ہاں اگر ہے تو فقط برصغیر میں یا سرزمین فارس میں، جو کسی وقت آتش پرستوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۱۱۱)۔

شب برات میں چراغاں اور آتش بازی ولہو و لعب کے لیے جمع ہوتے ہیں یعنی کرتے ہیں، یہ سب نہایت قبیح بدعت ہے کہ اس کی اصل نہ کسی معتبر کتاب میں ہے نہ غیر معتبر کتاب میں کوئی ضعیف (مذکورہ) یا مومنوخ حدیث بھی اس بارہ میں مروی نہیں ہے اور بلاد ہند کے سوا حریم شریفین میں اس کا رواج ہے، نہ دوسرے ممالک کے کسی شہر میں۔ اس کو ہندوؤں کی دیوالی سے لیا ہے اس لیے کہ مسلمانوں نے ہند کی کافرہ عورتوں سے شادیاں کیں اور باندیاں بنایا، یہ رسم ان کی مسلمانوں میں رائج اور شائع ہو گئی (الجواہر الزواہر ص ۲۵۳)۔

براکہ ایک قوم پرست گذری ہے جو کہ مسلمان ہو گئی تھی، مگر آتش پرستی کے اثرات پھر بھی ان کی زندگی میں نمایاں تھے۔ اس وجہ سے اس موقع پر وہ لوگ خاص طور پر روشنی کا اہتمام کافی حد تک کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید عباسی اور اس کے بیٹے ہارون رشید عباسی کے ذریعہ خلافت میں براکہ کو غرور حاصل تھا۔ اس قوم براکہ میں یحییٰ برمکی، محمد خالد برمکی، جعفر برمکی کو خاص عہدے خلیفائے بنو عباس نے عطا کیے تھے جس کی وجہ سے ان کو اس شب برات میں اس کے منکرات کا اہل اسلام میں رواج دینے کا موقع ملا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

چنانچہ علمائے اسلام نے برابر اس منکر کی روک تھام کی، اس کو خلاف شرع قرار دیا۔ مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ہر سال بے محل ہی نہیں بلکہ ایک ناجائز اور حرام کام میں صرف ہوتا ہے۔ (حقیقت شب برات ص ۶۷)۔

مجملاً ان رسومات کے آتش بازی ہے، اس میں بھی متعدد آتش بازی کا حکم | خرابیاں جمع ہیں :-

۱۔ مال کا ضائع کرنا جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منسوس ہے۔  
 ۲۔ اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا۔ کافی واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں آتش بازی کرنے والوں کا ہاتھ اڑ گیا، منہ جل گیا یا کسی کے چھپتر (گھر وغیرہ) میں آگ لگ گئی جس کی حرمت حرام ہونا، قرآن شریف میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: - **وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ**۔ (پارہ سيقول سورہ بقرہ)۔ یعنی تم ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں۔

اسی لیے حدیث شریف میں بلا ضرورت آگ سے تلبس (خلط ملط) قرب سے مانعت آتی ہے، چنانچہ کھلی آگ اور جلتا ہوا چراغ چھو کر سونے کو منع فرمایا ہے۔  
 ۳۔ بعض آتش بازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلات علم سے ہے اور آلات علم کی وجہ سے علم کے لیے استعمال ہوا ہے اور بنی خود امر قبیح (برا کام) ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو کیوں کہ



آتش بازی بنانے والے اکثر جاہل اور غیر مسلم بھی ہوتے ہیں، قرآن یا حدیث لکھے ہوں۔ چنانچہ مجھ سے (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق پر ۳۱ بچوں کو ابتداء ہی سے تعلیم معصیت (گناہ) کی ہوتی ہے، جن کے واسطے حکم ہے کہ ان کو علم و عمل سکھاؤ۔ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برات میں یہ خرافات کرنا، جو کہ نہایت متبرک شب ہے۔ یہ بات مقرر ہے کہ متبرک اوقات میں جس طرح طاعت (عبادت) کرنے سے اجر بڑھتا ہے، اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۹)۔

**یاجوج ماجوج کی مشابہت** | بعض آلات آتش بازی کے اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل اور اٹرن انار وغیرہ اول تو یہ بعضوں کے سر پر آکر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے، علاوہ اس کے آتش بازی میں یاجوج ماجوج کی مشابہت ہے جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے، اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔

بعض حضرات (اس کے جواز کے لیے) فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں تو پمپیں چھوڑی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ آتش بازی درست ہے ورنہ وہاں ایسا کیوں ہوتا؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو عوام شکر یوں کا فعل، شرعاً میں حجت نہیں، البتہ نام محقق دین دار کا فتویٰ جو مطابق قواعد شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تو پمپ چلانا شکر یوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتویٰ۔ دوسرے اس میں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں۔ اظہار شوکت اسلام و تعظیم شعائر حج و اعلان ارکان وغیرہ۔ اور آتش بازی میں کون سی شوکت ہے؟

البتہ اگر کسی مقام پر ضروری امر کے اعلان کی اصطلاح ٹھہرائی جائے تو بوقت ضرورت جائز ہوگی جیسے وقت انظار و شکر کے اعلان کے لیے ایک آدھ گواہ چھوڑ دینا

اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اس کی ضرورت سے زائد ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہوگا  
(اصلاح الرسوم ص ۲۱)۔

لوگوں نے اس شب میں برکات کو چھوڑ کر  
بے ہودہ حرکات اختیار کر رکھی ہیں چنانچہ

## آتش بازی کے نقصانات

آتش بازی ایسی بڑی حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے نام بھی  
ایسا تجویز کیا گیا کہ جس میں آتش بھی ہے اور بازی بھی ہے، نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ  
خطرہ کی چیز ہے اور لہو و لعب ہے۔ ذرا دیکھئے تو آگ سے تلبس رکھ لینا، کوئی اچھی  
بات ہے؟

حدیث شریف میں تو یہاں ہلک ارشاد فرمایا گیا کہ سوتے وقت چراغ کو گل  
کردو (بجھا دو) جو عادتِ دُور ہی رکھا جاتا ہے مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس کو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ خطرہ سے خالی نہیں آگ لگ  
سکتی ہے، اور اس کے متعلق واقعات ہو بھی گئے ہیں، پھر آگ سے اپنے کو  
قریب کرنے کی ممانعت کیوں نہ ہوگی، واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے۔ آتش بازی  
کی بدولت ہر سال بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی  
کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا۔ اور اگر فرض کر لو کہ کچھ بھی نہ ہو  
تو مال کا نقصان اور ضائع کرنا تو ہے۔

اور زیادہ تعجب تو ان بڑے بوڑھوں بے عقلوں پر ہے جن کے دلوں میں تو یہ  
ہوتا ہے کہ ہم خود تماشا دیکھیں مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ  
بناتے ہیں اور غدر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے۔ اگر بچے ضد ہی کرتے ہوں تب  
بھی یہ عذر قابل قبول نہیں، دیکھو! اگر تمہارا بچہ بانگیوں میں شامل ہو کر گولہ باری  
کرنے لگے تو کیا تم اس کو نہیں روکو گے؟ اگر نہ ماننے کا تو جبراً روکو گے اسی طرح یہاں  
کیوں نہیں کرتے؟۔ بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں دیا اور کوئی مضر چیز، تو کیا دے  
رو گے؟ پھر جس کو خدا اور رسولؐ نے مضر نقصان دہ بتایا ہے، کیا وجہ ہے کہ اس کی



عادت ڈالی جاتی ہے ؟

اس سے معلوم ہوا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ یہ مال و دولت تمہارا کہاں ہے، سب خدا ہی کی ملکیت ہے، تم محض خزانچی ہو، تمہارے ہاتھ میں تو تحویل ہے، تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک مرفی اللہ تعالیٰ ہیں "وَاللّٰهُ خَزَايِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے۔

ہم کو یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں، خدا کا مال ہے اس کی بابت قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا، لہذا بچوں کو آتش بازی (بڑے یا غلط قسم کے کاموں) کے لیے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، تو تم دینے والے کون ہو؟ ہرگز مت دو، اور ضد کرنے پر سزا دو، اور کھیل تماشہ اور غلط جگہ میں بھی ان کو مت کھڑا ہونے دو۔ (الستلیخ ص ۸۸ جلد ۸)۔

اس شب مبارک میں

## شب برات میں قبرستان جانے کا ثبوت

ایک عمل یہ مذکور ہے

کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان (بقیع) میں تشریف لے گئے اور ان اصحاب قبور کے لیے دعا فرمائی جس سے اس عمل کا مسنون ہونا معلوم ہوا، اور حضرات علماء کرام نے اس کو مسنون فرمایا اور جو اس سے زائد امور داخل کیے گئے وہ تمام بدعات و منکرو مات ہیں۔ مثلاً اجتماعاً قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کسی قسم کا اہتمام مثلاً روشنی کا اہتمام کرنا جس سے تمام قبرستان کو روشن کیا جائے، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا بلکہ صرف کسی بھی قبرستان میں جا کر بلا کسی قسم کے اہتمام و فضولیات کے انفرادی طور پر جا کر دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کر کے جلد واپس آجائے اور دوسری عبادات میں مشغول ہو جائے۔ بس اس قدر کام سنت کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے مطابق سنت عمل، پھر کیوں بلا وجہ زائد امور کو شامل کر کے خلاف سنت رواج دیا جائے۔ (حقیقت شب برات ص ۱۵)۔

کیا عورت زیارت قبور کر سکتی ہے؟ | قبروں کی زیارت کرنے میں

مضائقہ نہیں ہے، اگرچہ

عورت زیارت کرے، اس حدیث کی وجہ سے جس میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب سن لو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو“

شارح رح نے کہا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ تفصیل یہ کی ہے کہ اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ غم تازہ ہو اور قبروں پر رونا پیٹنا کریں تو اس صورت میں زیارت قبور جائز نہیں۔ اور جس حدیث شریف میں زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اس سے اسی طرح کی عورتیں مراد ہیں، اور اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ عبرت حاصل کریں اور صلحاء کی قبروں پر بطور تبرک جائیں اور عورتیں بوڑھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر جوان ہوں تو ان کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے، البتہ مردوں کے واسطے زیارت قبر مستحب ہے۔ (در مختار ص ۸۷۹ ج ۱)۔

مسئلہ :- عورتوں کے لیے (خواہ جوان ہوں) صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی زیارت تو جائز ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری قبروں پر جانا درست نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۷۶ جلد ۲)۔

عورتوں کو قبرستان جانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبرستان جا کر کلمات ناشائستہ کہتی ہیں، تو زیارت قبر سے جو ان کو بہتری ہوئی وہ بدی سے کتر ہے۔ علاوہ ازیں آشنائے راہ میں پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیروں پر ظاہر کرنا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونوں بڑے گناہ ہیں اور زیارت صرف مسنون ہے تو اسے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا۔ ہاں اگر عورت پُراٹے کپڑے پہن کر یعنی بغیر زیب و زینت کے جائے کہ کوئی مرد اس کی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پر جا کر صرف دعا پر مغفرت و ایصالِ ثواب کرے اور کوئی بات (غیر شرعی) نہ کرے



تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (احیاء العلوم ص ۹۱ ج ۴)۔

مسئلہ :- بعض فقہار نے عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ رونا پینانا نہ ہو، لیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲ ج ۵)۔

سوال :- میت کی روح کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟ مکان میں آتی ہے یا نہیں؟

جواب :- خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں، بہت سے زندہ لوگوں کو جو درواز پر ہیں، خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے۔ اجسام ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے، عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۲۶۰ جلد ۵)۔

مسئلہ :- روح مکان پر نہیں آتی، اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۹ ج ۵)۔

مسئلہ :- اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں کہ جمعرات کو روح اپنے اقربا کے گھر آتی ہے اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتی ہے، یہ کچھ تحقیقی بات نہیں ہے۔ (یعنی ایسا نہیں ہوتا ہے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۶۹ جلد ۵)۔

مسئلہ :- اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں، جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۸۲ ج ۱)۔

مسئلہ :- ارواح مومنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، یہ روایات واہمہ (غلط) ہیں۔ اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۹)۔

## قبرستان جانے کے آداب و احکام | آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء

اسلام میں قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا، اس لیے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ قبروں پر جا کر کفر و شرک کی باتیں نہ کرنے لگیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ اسلام نے دلوں میں سوخ جانیل کر لیا ہے تو آپ نے زیارتِ قبور کی اجازت مرحمت فرمادی، لہذا تمام علماء کے نزدیک قبروں کی زیارت مستحب ہے کیونکہ قبروں پر جانے سے دل میں نرمی آتی ہے، موت یاد آتی ہے اور دل و دماغ اس غقیہ پر پختہ ہوتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے جہاں جانا ہے اور وہاں جا کر اس عالم کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے، اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، پھر سب سے بہتر فائدہ یہ بھی ہے کہ قبروں پر جانے سے مردوں کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کا موقع ملتا ہے جو سنت ہے چنانچہ منقول ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور وہاں کے مردوں پر سلام پیش فرماتے، نیز ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے، قبروں پر جانے کے کچھ آداب و احکام ہیں جو شریعت نے بتائے ہیں، مثلاً:-

(۱) جب کوئی شخص دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کی خاطر قبر پر جائے تو وہاں صاحبِ قبر کے منہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ منہ تو قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو۔

(۲) قبر پر پہنچ کر صاحبِ قبر کو سلام پیش کرے۔

(۳) قبر کو ہاتھ (تعظیماً) نہ لگائے۔

(۴) قبر کو چومے نہیں۔

(۵) قبر کے سامنے تعظیماً نہ جھکے اور نہ قبر کو سجدہ کرے۔

(۶) قبر کی مٹی منہ پر نہ ملے، کہ یہ فساری کی عادت ہے۔

ان احکام و آداب کے علاوہ ایسی چیزیں اختیار کرنا جن کا شریعت میں



کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ انتہائی گمراہی اور غلالت کی بات ہے۔  
 قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت مکروہ نہیں ہے۔ اور دوسرے دنوں کی نسبت  
 جمعہ کے روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے۔ نیز منقول ہے  
 کہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز میت کو زیادہ ادراک دیا جاتا ہے اور  
 جمعہ کے روز اپنی قبر پر آنے والوں کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ پہچانتا ہے  
 (مظاہر حق جدید صفحہ ۷۶ جلد ۲)۔

حضرت عقیب بن عامر رضی اللہ عنہ کا ارشاد منقول ہے کہ :-  
 "اگر میں آگ پر چلوں یا تلواری کی تیز دھار پر اپنا پیر رکھ دوں جس کے نتیجے میں پیر جل  
 کٹ جائے تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس چیز کے کہ میں کسی شخص کی  
 قبر پر چلوں، اور میرے نزدیک قبروں پر پیشاب کرنے اور بھرے بازار میں لوگوں کی  
 نظروں کے سامنے پیشاب کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے" (مظاہر حق جدید جلد ۲)۔

قبرستان میں جانے کا مسنون طریقہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورٍ بِالْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفْنَا وَنَحْنُ بِأَلَا شَرِّ رِثْمَدَى شَرِيفٍ :-

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان سے گزرے تو آپ قبروں کی طرف رُوعے مبارک کر کے  
 متوجہ ہوئے اور فرمایا: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا  
 وَلَكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَفْنَا وَنَحْنُ بِأَلَا شَرِّ" اے قبر والو! تمہاری خدمت میں  
 سلام پیش ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم میں سے پہلے  
 پہنچے ہوئے ہو، اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔"

تشریح :- حدیث شریف کے الفاظ "آپ قبروں کی طرف اپنا رُوعے مبارک

کر کے متوجہ ہوئے۔“ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی مسلمان اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس کا مُنہ میت کے مُنہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعائے مغفرت وغیرہ کے لیے قبر کے پاس کھڑا ہو تو اپنا مُنہ میت کے سامنے رکھے۔ چنانچہ علماء و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے، لہذا جس طرح کسی شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کے مُنہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے مُنہ کے سامنے رکھا جائے، پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ و آداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں اُٹھنے بیٹھنے کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات و فضائل کی بنا پر عظیم المرتبت و رفیع القدر تھا، ادب و احترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو بس اب بھی اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے۔ اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا تو جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے۔“

جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۃ فاتحہ الحمد شریف اور سورۃ قل ہو اللہ احد (کم از کم، تین مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا کر اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف منہج ج ۱۲)۔

اس بات پر سب اسلاف  
کیا مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں | کا اتفاق ہے کہ مردے

زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو عاصی قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہ وہاں سے اٹھ کر نہ آجائے۔ (کتاب الروح ص ۳۷ بحوالہ ابن ابی الدنیا در کتاب القبور) اس قسم کی بہت سی احادیث آئی ہیں اور اس پر آج کل کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے کہ قبر میں سے کیسے دیکھ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو عالم بالا کا معاملہ ہے جب کہ اس عالم میں ایسے ایسے آلات موجود ہیں کہ زمین پر رکھنے سے ہزاروں فیٹ کی گہرائی کے معدنیات و خزان تیل، پٹرول، سونا، چاندی وغیرہ معلوم ہو جاتے ہیں اور ایکس رے مشین تو عام ہو چکی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔  
احقر محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند۔

## ایصالِ ثواب کے چند ضروری مسائل | حضرت امام احمد بن حنبل علیہ

الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو وہاں سورہ فاتحہ (الحمد شریف)، معوذتین (قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق) اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ جو انہیں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو شخص قبرستان جائے اور وہاں قل ہو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے تو اسے قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر ثواب ملتا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص قبرستان جائے اور وہاں بغرض ایصالِ ثواب، سورہ یس تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان کے عذاب میں کمی کرتا ہے اور اس شخص کو قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں دی جاتی ہیں (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف ص ۲۹)۔  
اگر مندرجہ بالا سورتیں یاد نہ ہوں تو جو بھی سورتیں یاد ہوں اور قننا بھی پڑھ سکے ثواب پہنچا دے، اگر بالکل ہی جاہل ہے تو زبان سے ان کے درجات اور مغفرت کی

دعا کرے۔ یا صدقہ و خیرات کر کے ان کے لیے ایصالِ ثواب کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد خواہ کے ہے، دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے، اور جب دعا اس کی جانب سے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و باقیہا سے محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مُردوں کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ (احیاء العلوم ص ۹۴ جلد ۳)

محمد رفعت قاسمی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند

مسئلہ:- طہیت کے وقت قبروں کی زیارت کرنا یعنی مُردوں کے لیے کچھ (قرآن مجید کی کوئی سورت) پڑھ کر بخشنا جائز ہے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۳ جلد ۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ ج ۱)۔

مسئلہ:- مردہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ثواب فلاں کی طرف سے ہے (اگر قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ سے ایصالِ ثواب کیا جائے) اور کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۶ ج ۵)

مسئلہ:- مُردوں کو ثواب صدقات و قرآن شریف کا پہنچنا اور مُردوں کو زندہ لوگوں کی دعا و استغفار سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت ہے، انکا اس کا جہل اور معصیت اور خرق اجماع ہے، البتہ ایصالِ ثواب کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے لہذا چہلم و برسی اور عرس و فاتحہ خوانی مروجہ یہ سب رسوم خلاف شریعت ہیں اور قبروں سے استمداد (مدد چاہنا) اور منت اور طلب مُراد سب ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۴ ج ۵)۔

مسئلہ:- مشروع یہ ہے کہ زیارتِ قبور کے وقت سنت کے مطابق سلام کرے اور اہل قبور کے لیے دعا و مغفرت کرے، اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا ہے اور اگر اپنے لیے کچھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے کہ مثلاً اس طرح سے کہ یا اللہ ان کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔ ان



بزرگوں (اہل قبور) سے یہ نہ کہے کہ تم دعا کرو۔ آیات قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں لہذا اس طرح ان سے خطاب کر کے نہ کہے کہ تم دعا کرو، بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بھی دعا و غفرت اور بلند درجات کی دعا کرے۔ اور اگر ان کے وسیلہ سے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لیے بھی دعا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حصن حصین میں مذکور ہے کہ صالحین کے وسیلہ سے دعا کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعا قبول فرمائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۲ ج ۵۔ بحوالہ حصن حصین ص ۱۰۱)۔

مسئلہ:- مردہ کو ثواب پہنچانے کے وقت اگرچہ نیت کا ہونا کافی ہے لیکن اگر زبان سے کہا جائے تو اس طرح سے کہا جائے کہ یا اللہ اس عمل کا ثواب فلاں کو پہنچادے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۱ ج ۵ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۳۲ ج ۱)۔

مسئلہ:- ایصالِ ثواب کرنے میں فلاں ابن فلاں کہنا مناسب ہے لیکن اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی کا نام لینا کافی ہے، نیت میں جو کچھ ہے اللہ کو معلوم ہے۔ اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۱ ج ۵)۔

مسئلہ:- ایک وقت میں اگر چند اموات کو ثواب پہنچادے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اول وہ ثواب ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت اسی مدد و کلام مجید کا ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۹ ج ۵ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۳۲ ج ۱)۔

مسئلہ:- اگر قرآن شریف کا ثواب چند کو کیا تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو پورا پورا پہنچے گا؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ ہر ایک میت کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ اور اس دوسرے قول کو موافق قیاس کے لکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعینہ ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۵ ج ۵)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید یہی ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچادے، اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آتی، یہ تو صرف بندہ کی نیت پر دار و مدار ہے کہ اللہ سے جیسا گمان رکھے گا ایسا ہی پائے گا۔ (اشارہ اللہ، محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)۔

مسئلہ :- قرآن شریف کا ثواب میت کو تو ملے گا ہی، باقی اس وجہ سے کہ پڑھنے والے نے ایک نیک کام کیا اس کا بدلہ دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کو مل سکتا ہے، اخلاص شرط ہے، بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (پارہ ۲۳ سورہ الزمر)۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ

عَشْرٌ اَمْثَلِهَا۔ (پارہ ۸ سورہ الانعام)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۱ ج ۵)۔

مسئلہ :- قبرستان میں قرآن شریف کا زور سے یعنی بلند آواز سے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۶)۔

مسئلہ :- ثواب پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی ہو تو قبروں کی طرف پشت کر لینی چاہیے (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۷)۔

کیونکہ عوام کو دھوکہ ہو سکتا ہے کہ اہل قبور سے مانگ رہے ہیں، صاحب قبے کے وسیلہ سے دعا تو مانگنا جائز ہے لیکن جو مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگنا چاہیے احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)۔

مجملہ رسومات کے شب برات کا حلوہ، اور عید کی سوتیاں، عاشورہ محرم (دس

## شب برات کی رسومات

محرم) کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔

شب برات میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت البقیع (قبرستان) میں تشریف لے گئے اور مردوں کے لیے دعا و مغفرت فرمائی، اس سے آگے سب لوگوں کی ایجاد ہے، جس میں مفاہید کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

(۱)۔ بغض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک (یعنی دانت) جب شہید ہوا تھا، تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل من گھڑت اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ یہ واقعہ ماہ شوال میں ہوا تھا نہ کہ ماہ شعبان میں۔



(۲)۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں (شب برات کا حلوہ جائز کرنے کے لیے) کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے۔ یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے۔ اول تو تعیین تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی شوال ہی میں ہوئی تھی، شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳)۔ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مردوں کی روئیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کس نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے یہ بات بھی بغیر نقلی دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتی، اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

(کسی بھی مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن و احادیث سے معلوم کرنا لازمی ہے تو قرآن شریف اور احادیث شریف میں اس قسم کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ مرنے کے بعد روح اس دنیا میں آکر دیکھتی ہے۔ البتہ نہ آنے پر دلائل کافی موجود ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵ ج ۱)۔ محمد رفعت قاسمی عفرلہ)۔

(۴)۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برات سے پہلے کوئی مر جائے تو جب تک کہ اس کے لیے شب برات میں فاتحہ نہ کی جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، یہ محض بے اصل بات ہے، خود ساختہ اور بالکل لغو ہے، بلکہ یہ بھی رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جائے تو کنبہ بھر (مرحوم کے خاندان یا متعلقین) میں پہلا تہوار نہیں ہوتا، یعنی نہیں مناتے۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب برات تک اٹکار مہتا ہے۔

(۵)۔ بعض لوگ شب برات کو حلوے کی ایسی پابندی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے سمجھتے ہیں ہوئی ہی نہیں۔ اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فساد عمل بھی ہو جاتا ہے۔ فرائض و واجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں۔ ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ نیت بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ ثواب وغیرہ مقصود نہیں رہتا ہے، خیال ہو جاتا ہے

کہ اگر آپ کی مرتبہ نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اس مرتبہ خست اور ناداری نے گھیر لیا ہے، اس الزام کے دور کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا ہے ضرور کرتا ہے۔ ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف اور تفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بار بار مذکور ہو چکا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے سودی قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ الگ گناہ ہے۔ (۶)۔ جو لوگ اعانت و مدد کے مستحق ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا یا کم درجہ کا کھانا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے، اکثر مال داروں اور برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے گھر بھیجا ہے، اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔ غرض کہ اس میں بھی وہی ریا دکھلاوا، و تفاخر ہو جاتا ہے۔

(۷)۔ بعض لوگ اس تاریخ (شعبان کی پندرہویں) میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی، لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ اس کو ضروری سمجھنا بلا شک معصیت (گناہ) ہے، یہ تو کھانا پکانے میں ایجاد کرتے ہیں۔

(۸)۔ ایک زیادتی اس رات میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اجتماع سے رات میں جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا، یہ خود خلاف شریعت ہے، البتہ اتفاقاً اگر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ (۹)۔ بعض لوگوں نے اس (شعبان کی پندرہویں تاریخ) میں برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لینا رکھی چونا، رنگ و روغن وغیرہ) اور خود اس شب میں چراخوں کا زیادہ روشن کرنا وغیرہ بدعت کر لی ہے یہ بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبیہ سے حرام ہے۔  
 (اصلاح الرسوم ص ۱۳۱ از حضرت تمھانوی رح)۔

(ہندوستان میں غیر مسلم اپنے تہوار دیوالی پر نئے برتن خریدتے ہیں اور چراغاں بھی کرتے ہیں، ان کے اعتقاد کے مطابق ایسا کرنے سے ان کی دیوی خوش ہوتی ہے ان کی یہ مذہبی رسم بعض مسلمانوں نے بھی اپنائی ہے، جو کہ غلط اور حرام ہے اس کے بالکل ترک کر دینا چاہیے۔ اللہم احفظنا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)۔



مسئلہ :- اسی طرح یہ مشہور ہے کہ شب برات کے حلوہ سے اگر پہلا روزہ افطار کیا جائے تو بہت ثواب ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ (أغلاط العوام مکمل ۱۲۲)۔

**شب برات میں حلوہ پکانا و کھانا** | سوال :- شب برات میں عید (خوشی) منانا اور حلوہ پکانا کیسا ہے؟

اگر بغیر ثواب کی نیت کے یوں ہی پکایا جائے تو کیا اس میں بھی حرج ہے۔ نیز کہیں سے آیا ہو حلوہ کھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

**جواب :-** شب برات میں عید (خوشی) منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ لہذا یہ آموزنا جائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے، ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید و ترویج ہوتی ہے لہذا اس سے احتراز لازم ہے، اسی بنا پر حلوہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہیے، معہذا یہ حرام نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۵۵ ج ۱)۔

مسئلہ :- کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب (شب برات) میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوتی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۷ جلد ۱۰)۔

**شب برات کے اعمال مستونہ** | شب برات کی خصوصیات معلوم ہو چکی ہیں اس مبارک رات میں کیا کرنا چاہیے

اور خدا کی بے حد و حساب نعمتیں ٹوٹنے کے لیے کس طرح یہ رات گزارنی چاہیے۔

احادیث کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات میں صرف تین امور ثابت ہیں، ان تینوں کو سنت کے طور پر اذکارِ خیر و برکت اور ثواب کا باعث ہے :-

(۱) پندرہویں شب میں قبرستان جائے اور کسی اہتمام و التزام کے بغیر جائے اور وہاں پہنچ کر مردوں کے لیے دعا و استغفار کرے۔ اگر صدقہ و خیرات دے کر اس کا ثواب بخش دیا جائے تو اس سے بھی مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ مگر اس میں آج کل کی مرد و چہرہوں

کا پابند نہ ہو، اور حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

(۱۲)۔ اس شب میں بیدار رہ کر خدا کی عبادت کرے، نفل نمازیں پڑھے مگر بلا جماعت اور جس قدر ہو سکے بلا تعیینِ تعداد پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے یا سُنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے، اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خوب دعا کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کرے، خصوصاً ان گناہوں سے جن کے ہوتے ہوئے آج کی خیر و برکت والی رات میں بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص طویل نماز پڑھنا چاہے وہ صلاۃ التسبیح پڑھے۔ خدا کے خوف سے روتے اور والدین اور اولاد کے حق میں دعائے خیر کرے اور تمام اہم امور سے متعلق دعا کرے۔

(۱۳)۔ شبِ برات کے بعد والے دن میں یعنی شعبان کی پندرہویں تاریخ کو نفل روزہ رکھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:۔ قَوْمُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا۔ یعنی پندرہویں کی رات میں شب بیداری کرو اور اس کے بعد والے دن میں یعنی پندرہویں کے دن میں روزہ رکھو، یتیموں باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ان کا مسنون طریقہ سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (شبِ برات ۲۲)۔

بعض مقامات پر شبِ برات میں شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ **تمتہہ** لوگوں کو جمع کرنے اور بلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اجتماع سے شب بیداری اگرچہ سہل ہو جاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا درست نہیں ہے۔ نیز مساجد میں اکٹھے ہو کر جاگنا جیسا کہ آج کل رواج ہے، اکثر علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں اور شبِ برات میں اور رمضان کے عشرہٴ ہنیرہ کی (دس) راتوں میں اور ذی الحجہ کی اول دس راتوں میں جاگنا اور عبادت رہنا تنہا مستحب ہے۔ (الجواہر الزواہر ص ۲۵)۔

حدیث شریف سے اس زمانہ میں صرف تین کام ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکات ہے۔

اول۔ پندرہویں شب کو قبرستان میں جا کر اموات کے لیے دعا و استغفار کرنا،



اگر کچھ مدد و خیرات دے کر مردوں کو اس کا ثواب بخش دیا جائے تو وہی استغفار اس کے لیے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے، مگر اس میں کسی بات کا پابند نہ ہو، اگر وقت پر میسر ہو تو خفیہ (خاموشی سے) کچھ دے دلا دے، باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

دُوم۔ اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ تنہا ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع ہونے کے لیے اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

سُوم۔ پندرہویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۳۴)۔

شب برات کی مخصوص دعائیں | (۱) اَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ  
وَ اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ  
وَ اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ اِلَيْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَشْنَيْتَ  
عَلَى نَفْسِكَ - (الترغیب والترہیب ص ۲۵۸ ج ۲)۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي - (ابن ماجہ  
مظاہر حق ص ۲۸۵ ج ۲)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”یہ دعا خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھلاؤ، کیونکہ جبریل نے یہ دعا مجھے سکھلائی ہے“ اسی لیے علماء رحمہم لکھتے ہیں کہ یہ دعا دنیا اور آخرت کی تمام خیر و بھلائی کے لیے جامع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے معاملہ میں عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش ہی وہ سب سے عظیم سعادت ہے جو ہر خیر و بھلائی کا نقطہ عروج ہے، چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ ”بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلب عافیت و بخشش سے افضل نہیں ہے“

جہاں تک ہو سکے اسی دعا کو یاد کیا جائے اور بچوں کو بھی یاد کرائی جائے، کیونکہ آج کل بچے جھوٹی کہانیاں وقتے اور گانے وغیرہ ان ہی کے الفاظ میں یاد

کر لیتے ہیں اور والدین بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔

اور اگر یہ یاد نہ ہو سکے تو اپنی زبان میں خیر و عافیت و مغفرت طلب کرے،  
یا یہ دعا کر لے۔ مگر پہلے درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے :-

”اے میرے اللہ! تو ہی سب پر احسان کرنے والا ہے اور تجھ پر کوئی احسان  
نہیں کر سکتا۔ اے بزرگی و مہربانی رکھنے والے اور اے بخشش کا انعام کرنے والے، میرے  
سوا کوئی معبود نہیں، تو گرتوں کو تھامنے والا، بے پناہوں کو پناہ دینے والا اور پریشان  
حالوں کا سہارا ہے۔ یا اللہ تیرے سوا کس سے مانگیں، تو ہی داتا ہے، اے اللہ اگر  
تو نے مجھے اپنے پاس اُم الکتاب میں بھٹکا ہوا یا محروم یا کم نصیب لکھ دیا ہے تو اے  
اللہ اپنے فضل و کرم سے میری خواری، بدبختی، راندگی اور روزی و رزق کی کمی کو مٹائے  
بے شک تیرا یہ کہنا تیری کتاب قرآن مجید میں جو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک  
پہنچی ہے سچ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ اِنَّ  
اللَّهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اے اللہ تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، سب  
کچھ تیرے اختیار میں ہے، تیرے پاس اُم الکتاب ہے، اے خدا تجلی اعظم کے صدقہ  
اس نصف شعبان مکرم کی رات میں جس میں تمام چیزوں کی تقسیم و نفاذ ہوتا ہے  
میری بلاؤں و پریشانیوں کو دور فرما، خواہ میں ان کو جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور جن  
سے تو واقف ہے، بے شک تو ہی سب سے برتر اور بڑھ کر احسان کرنے والا ہے۔ اے  
اللہ! نیک اولاد عنایت فرما اور ہماری مغفرت فرما، اے اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما  
صغیرہ ہوں یا کبیرہ، یا اللہ بعض گناہ ایسے ہیں جو کہ ہم نے پوشیدہ طور پر کیے تھے کہ کوئی  
نہیں دیکھ رہا ہے، اے اللہ تو نے پردہ پوشی فرمائی تو ہی معاف فرما اور آئندہ کے  
لیے ہدایت فرما، دین میں جو جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو بھی معاف فرما، اے اللہ ایمان  
پر خاتمہ فرمائیے۔ اے اللہ ہمارے والدین اور اساتذہ اور تمام مسلمانوں کی مغفرت  
فرما۔

اے اللہ! ہم سے مانگنا نہیں آتا ہے ہم وہ سب کچھ مانگتے ہیں جو تیرے نبی حضرت



محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا، اور جس چیز سے پناہ مانگی ہم بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں، اپنے پیارے حبیب کے صدقہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ (آمین یا رب العالمین)۔ (احقر محمد رفعت عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند)

## شبِ قدر کی عظمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا۔ یعنی قرآن شریف کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اس رات میں اتارا ہے یہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لیے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اُس میں اور بھی بہت سی برکات و فضائل شامل ہو گئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لیے ارشادِ ربانی ہے: - وَمَا اَذْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی برائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں: - لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ نَهْرٍ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے، اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ۔ اس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ایتدار میں انسان کو دیکھا تھا تو اس سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ الہی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے۔ اور آج جب کہ توفیقِ الہی سے تو (انسان) شبِ قدر میں معرفتِ الہی اور طاعتِ ربّانی میں مشغول ہے تو

فرشتے اپنے فقرہ کی معذرت کرنے کے لیے اترتے ہیں۔ وَالرُّوحُ فِيهَا، اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں، اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِمَّنْ

كُلِّ أُمَّةٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر اُمم بخیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں

نظا ہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں

جنت میں درخت لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں آیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

سَلَّمَ اَقْدَاوہ رات سراپا سلام ہے، یعنی تمام رات فرشتوں کی طرف سے

مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرشتوں کی فوج (مکڑی) آتی ہے دوسری جاتی ہے۔ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات ان ہی برکات کے ساتھ تمام

رات طلوع فجر تک رہتی ہے، یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اِفْضَالِ مِضَانِ

البارک ص ۲۷ و معارف القرآن ص ۷۹۱ جلد ۸۔

روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے انہر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ شب ہے جس میں شب قدر شامل نہ ہو، اس لیے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن ص ۷۹۲ ج ۸)

یہ جو فرمایا گیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے



کہ ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے۔ اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ خدا ہی کو معلوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ زیادہ فرماتے اس کی زیادتی کا کیا ٹھکانا۔ دنیا ہی کا دستور ہے کہ بڑے لوگ تھوڑی بہت بڑائی کو کوئی بڑائی نہیں سمجھا کرتے، جس کی نظر اونچی ہوتی ہے وہ بہت اونچی چیز ہی کو اونچا مانتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اُس زمانے میں عربوں کے یہاں ہزار سے آگے گنتی ہی نہ تھی، جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تمام دنیا میں تو سیکڑے کی بہت ہی زیادہ اہمیت تھی۔ اور آج؟

اور قرآن شریف چوں کہ انھیں کی زبان میں اور انھیں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہذا ان کے سامنے ہزار سے زیادہ کا کوئی عدد کیسے بولا جاسکتا تھا؟۔ اس لیے ان کی آخری گنتی کا لفظ بول کر آگے اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرما دیا کہ "اس سے بھی زیادہ" اب اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، کروڑ بھی اس میں آگیا اور ارب اور کھرب اور نیل و سنگھ اور مہا سنگھ سب اسی میں آگے تو گویا شب قدر کی فضیلت کی زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ۔

**کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شب قدر ہوتی ہے؟**

مسئلہ:- اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کی برکات حاصل ہوں گی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پایا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کر لی تو پوری رات جاگنے، عبادت کرنے کا ثواب حاصل کر لیا۔ (معارف القرآن ص ۹۳ ج ۸)۔

**شبِ قدر کے معنی** | قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں، اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت و شرف ہے۔

حضرت ابو بکر و راق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شبِ قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ و استغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ بھی صاحبِ قدر و شرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر و حکم کے بھی آتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیرِ ازل میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں۔ اور بعض حضرات نے جو لیلۃ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شبِ برات مراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امورِ تقدیر کے اجمالی طور پر شبِ برات میں ہو جاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر یعنی شبِ قدر میں جو رمضان میں آتی ہے، میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوتی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شبِ برات یعنی نصف شعبان کی رات میں کر لیتے ہیں پھر شبِ قدر میں یہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)۔

اور یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ امورِ تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہونے ہیں وہ لوح محفوظ سے نقل



کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ اور اصل نوشتہ تقدیر ازل میں لکھا جا چکا ہے۔ (معارف القرآن ص ۴۹۲ ج ۸)۔

**شب قدر کیا ہے؟** | رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن شریف میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی ۸۴ برس چار ماہ ہوتے ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے۔ اس نے گویا تراسی ساں چار ماہ سے زیادہ مدت کو عبادت میں گزار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے کتنے ماہ سے افضل ہیں۔ (عربوں کے یہاں اس زمانے میں ہزار سے آگے گنتی نہ تھی)۔

اللہ جل شانہ کا حقیقہ بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لیے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درمنثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوتی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو ناممکن، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتر برس چار ماہ سے بھی زیادہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہ و عم نوالہ نے اس کی تلافی کے لیے اس رات کا نزول فرمایا۔

تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مستغول ہوا اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بریاں وغیرہ کسی بدعتی سے بچنے اور مالک انعام کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کے لیے

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام کہ یہ سب اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، اور پل بچکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیرت ہوئی، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی، اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اس قسم کے اختلاف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال آیت کے نازل ہونے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن اُمت محمدیہ کے لیے یہ اللہ جل شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۵، و مظاہر حق جدید ص ۶۹ جلد ۲)۔

اس رات کی فضیلت معلوم کرنے کے لیے اگرچہ قرآن کریم کی کمانی کی رات | ایک مستقل سورت کافی ہے، لیکن نمونہ کے طور پر دو حدیثیں

فرمایا کرتے ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو، اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شب قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کر لے تاکہ اللہ کی رحمت کا بلہ متوجہ ہو اور صغیرہ و کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۵)۔

اگر یاد آجائے تو اس سبب کا کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں شامل فرمائیں بخت،

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ

فرشتوں کی آمد

نَزَلَ جِبْرِيلُ فِي كَتَبِكُمْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَيَّ كَمَا يُصَلُّونَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَوْقَاعِيذُ كَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَدَّ. (كذا في المشكوة)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شب قدر

ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس



ہے جو اس بہترین موقع کو کھو دے گا؟

اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگایگا اور اگر تاریخ میں مشہور رہ جائے گا تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پر پہنچ جائے گا۔ اب ایک اور موقع نیکوں کے میلے کا بھی مومنوں کو دیا جا رہا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مہینہ تو بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس مہینے کی آخری تہائی حصہ میں ہے، لیکن تاریخ گول مول رکھی کہ دیکھیں نیکوں کے شوقین اور خدا کی محبت اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت کا دم بھرنے والے کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں اور جس نبی پاکؐ نے اس رات کی تلاش میں پورے پورے مہینے کا اعتراف کیا ہے، اس کے چاہنے والے کتنے دن اپنی راحت و آرام قربان کرتے ہیں؟۔ (الترغیب والترہیب ص ۹ ج ۲)۔

کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلوٰت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بریاء وغیرہ کسی بدعتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:- اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشت قلب سے کھڑا ہو، بوجہ سمجھ کر، بددلی کے ساتھ نہیں۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے،

نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ اوپر والی حدیث اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک مغیرہ گناہ ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے، ان کا اِزَّامَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بنا پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر معمولی چھوٹے گناہ کے ساتھ مفید

فرمایا کرتے ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو۔ اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شب قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کر لے تاکہ اللہ کی رحمت کا بلہ منوجہ ہو اور صغیرہ و کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (رفضان ابن ریحان المبارک ص ۱۰۱)۔

راگر یاد آجائے تو اس سبب کا کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں شامل فرمائیں۔ نعت:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ شَرِكْ جَبْرِيْلَ فِي كِتَابَتِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَيَّ كَيِّ عِبَادِ قَائِمٍ أَوْ قَائِمٍ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَدَّ. (كذا في المشكوة)۔

### فرشتوں کی آمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعا پر رحمت کرتے ہیں۔

تشریح :- حضرت جبریل علیہ السلام کا فرشتوں کے ساتھ آنا خود قرآن شریف میں مذکور ہے اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذرا کو شاغل کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں اس سے مراد دعا پر خیر بھی ہو سکتی ہے اور خود مصافحہ بھی، کیونکہ فرشتے مجسم نور ہی نور ہوتے ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے، اور محسوس بھی نہیں ہوتے، جس طرح سے مرنے والے کے پاس ملک الموت اور فرشتوں کی آمد اور بات چیت کا ذکر آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اللہ والوں کو محسوس ہوتے



ہوں اور نظر بھی آتے ہوں۔ (محرر فعت قاسمی غفرلہ)۔

لیکن اُس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کُتسا یا خنزیر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے

ناپاک ہو یا تصویر ہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں

اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، (کیونکہ)

تصویر لگانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے

سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔ (فضائلِ رمضان)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

**شِبِّ قَدْرِ كِتَابِيْنَ نَهْ يَهْوَنِي كَا سَبَب**

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِبَلِيَّةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

فَقَالَ خَرَجْتُ لِأَخْبِرْكُمْ بِبَلِيَّةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حِي فَلَانٌ وَفَلَانٌ

فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَأَلْتِمُوهَا فِي السَّابِعَةِ

وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔ (مشکوٰۃ شریف و بخاری شریف)۔

ترجمہ:- حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم اس لیے باہر تشریف لائے تاکہ میں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں

میں جھگڑا ہو رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر

دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعین اٹھالی گئی،

کیا بعید ہے کہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور

پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح:- اس حدیث میں تین مضامین قابل غور ہیں۔ سب سے پہلے اہم وجہ جھگڑا

ہے جو دو مسلمانوں میں ہو رہا تھا اور یہ اس قدر سخت بڑی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ

کے لیے شب قدر کی تعین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے

محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہیں نماز روزہ

صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے۔ اور آپس  
 کی لڑائی دین کو ٹونڈنے والی ہے، یعنی جیسے اُسترے سے سر کے بال ایک دم صاف  
 ہو جاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سُود اور خبیث ترین سُود ارشاد فرمایا  
 ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبروریزی کی پروا کرتے ہیں، نہ  
 اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خیال ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے  
 اور ذرا ذرا سے بہانے سے، مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر وہ شخصوں کی مغفرت نہیں  
 ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک  
 بالشت بھی اُپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرماتے ہیں (فضائلِ رمضان المبارک ص ۱۱۱)  
 بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دو اشخاص جو اس موقع پر جھگڑنے لگے تھے، ان میں ایک  
 کا نام عبداللہ بن ابی حذرر اور دوسرے کا نام کعب بن مالک تھا۔

”شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی“ کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اشخاص کے جھگڑنے  
 کی وجہ سے شب قدر کی تعیین کا علم میرے ذہن سے محو کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپس  
 میں جھگڑنا اور منافرت اور دشمنی اختیار کرنا بہت بُری بات ہے، اس کی وجہ سے آدمی  
 برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ”شاید تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا“ کا مطلب یہ  
 ہے کہ شب قدر کے بارہ میں جو متعین طور پر مجھے بتا دی گئی تھی، اب وہ بھلا دی گئی ہے اگر  
 میں تمہیں بتا دیتا تو تم لوگ صرف اسی شب پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے، اب اس کے تعیین  
 کا علم نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ اس کو پانے میں بہت زیادہ سعی و کوشش  
 کرو گے بلکہ عبادت اور طاعت میں زیادتی بھی ہوگی جو ظاہر ہے تمہارے حق میں بہتر ہی



بہتر ہے۔ (مظاہر حق جدید صفحہ ۶۸ ج ۱۲)۔

**شبِ قدر کی پوشیدگی کا راز** | جو چیز جتنی قیمتی اور اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل ہوتی ہے۔  
تو شبِ قدر جیسی قیمتی دولت بھلا بغیر محنت کے کیسے ہاتھ لگ سکتی تھی، اس لیے اس کی تاریخ گول مول رکھی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمْ"۔ کیا خبر ہے تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو، (ابن کثیر ۵۲۴ ج ۱۳)۔

مطلب اس کا صاف ہے کہ اگر تاریخ معلوم ہو جاتی تو اس کی اتنی قدر نہ ہوتی۔ اور معلوم ہوتے ہوتے بھی پھر اس کی ناقدری کرنا سخت بد نصیبی اور محرومی کی بات تھی۔ مفسرِ قرآن علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اس کے طالب و شوقین پورے رمضان عبادتوں کا اہتمام کریں گے۔ (ابن کثیر صفحہ ۵۲۴ ج ۱۳)۔

اگر شبِ قدر کی تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طلبانچ ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شبِ قدر ہو متعذر راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کیے بغیر ان سے رُہا نہیں جاتا، شبِ قدر کی تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں کوئی گناہ کی جرات کرتا تو سخت اندیشہ ناک تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابیؓ سو رہے تھے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کر لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جگا دیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں، آپ نے خود کیوں نہیں جگایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کہیں شخص میرے جگانے پر انکار کر بیٹھتا اور میرے

کہنے پر انکار کرنا کفر ہو جائے۔ تیرے کہنے پر انکار کفر نہیں ہوگا۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نے گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرات کرے۔

مجلد ان وجوہات - ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تعین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر آ جاتی ہے۔

ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں، ایسے ہی امور کی وجہ سے عادت اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرمادیتے ہیں، چنانچہ اسمِ عظیم کو پوشیدہ فرمادیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعا رہے، اس کو بھی مخفی فرمایا ہے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعین شب قدر بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعین ہٹا دی ہو۔ (فضائل رمضان ص ۱۱)

**شب قدر کا حضور کو علم دیا گیا تھا** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی تعین کا علم دیا گیا تھا، اور اس کی

اطلاع صحابہ رضی اللہ عنہم کو دینے کے لیے آپ اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لائے مگر دیکھا کہ مسجد نبوی میں دو مسلمان کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، آپ نے ان کا جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کی، اتنے میں وہ بات آپ کے ذہن مبارک سے نکل گئی جو ان دونوں کے جھگڑنے کی قیامت کے سبب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی اس لیے اس سے ڈرنا چاہیے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس علم کے



حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی دوسری وجہ خیر کی پیدا ہوگی جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کے جستجو سے امت کے لیے دوسری جہت خیر و فلاح کھل گئیں، اور اس سے صاحب رزق والوں کو حق تعالیٰ دوسرے انواع و اقسام کے انعامات سے نوزیں گے، کیوں کہ ان سب راتوں میں شب قدر کی طلب و تلاش بھی مستقل عبادت بن گئی، جو تعین کی صورت میں نہ ہوتی۔

(انوار الباری شرح البخاری ص ۱۷۱ ج ۲)۔

علامہ زمخشری رحمہ نے کہا ”شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا سال کی اکثر راتوں میں اس کو طلب کرے تاکہ اس کو پالینے سے اس کی عبادت کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہو جائے۔

دوسرے یہ لوگ اس کے معلوم و متعین ہونے کی صورت میں صرف اسی رات میں عبادت کر کے بہت بڑا فضل و شرف حاصل کر لیا کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کیا کرتے، اس لیے بھی اس کو پوشیدہ کر دیا گیا۔ (عمدة القاری ص ۲۶۳ ج اول)۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ

**کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟**

نے فرمایا کہ حدیث ”قَدْ فُجِّتْ“ سے مراد یہ نہیں کہ اصل شب قدر ہی اٹھالی گئی، بلکہ اس کا علم تعین اٹھالیا گیا، اگر شب قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کو تلاش کرنے کا حکم فرما رہے ہیں اس کا کیا فائدہ؟ (انوار الباری ص ۱۷۱ ج ۲)۔

شب قدر کے بارے میں قطعی خبر

**پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں**

اس لیے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی بھروسہ نہ کر لے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کر لیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے مجھے درجہ عطا ہو گیا، میں جنت میں جاؤں گا۔ ایسا خیال اُسے مسرت نہ بناوے، اور وہ اللہ سے نمانا نہ چاہئے۔

ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کر دیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہو جاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کر لیں گے، خدا کی عبادت کر لیں گے اور نیکو کار بن کر مر لیں گے۔

عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے۔ اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو، ۱۔ گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر کرنے کو، ۲۔ وسطیٰ نماز کو دوسری نمازوں سے، ۳۔ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے، ۴۔ اور رمضان کے مہینے میں شبِ قدر کو۔“ (غنیۃ الطالبین ص ۳۸)۔

دنیا والوں کی نظر میں تو سب سے بڑا بے وقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کا ہیزن یوں ہی گنوارے اور ہاتھ پر ہاتھ زھرے بیٹھا رہے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں سب سے بڑا بد نصیب اور محروم قسمت وہ ہے جو نیکیوں کا بہترین موقع ضائع کر دے اور کچھ نہ کر سکے۔ ارشادِ عالی ہے :-

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَ كُمْ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حُرْمَتِهَا فَقَدْ حُرِّمَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُحْرِمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَخْرُومٌ۔ (ابن ماجہ منک ۱۲)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان المبارک کا مہینہ



آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا ساری ہی بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہو۔

ایمان کی کمی اور نیکیوں کی قیمت سے بے خبری اور بے توجہی کی بات ہے ورنہ کیا دنیا میں رات بھر جاگنے والوں کی کمی ہے؟ کیا رات بھر لوگ کھڑے نہیں رہتے؟ کیا اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے مسلسل کے پُرزوں کی طرح کھانا پینا بھلا کر لوگ کام میں جٹے نہیں رہتے؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ خدا کے لیے کون جاگے، موت سے پہلے کی تیاری تو سب کر رہے ہیں، مگر موت کے بعد کی تیاری کون کرے؟۔

بس جسے مرنا ہوگا وہ اس کی تیاری بھی کرے گا اور جو نہیں کرتا اس کی محرومی میں شک ہی کیا ہے؟۔ اگر ساٹھ، ستر برس کی زندگی کے لیے انسان مارا مارا پھرتا ہے اور رات دن ایک کر دیتا ہے، تو لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ بے حد بے شمار برسوں کی زندگی کے لیے کیا کچھ نہ کر ڈالنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی تلاش میں پہلے شروع رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا، پھر دس دن کا اور کیا، جب بیس دن میں بھی شب قدر نہ ملی تو پھر آخری دس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ انہیں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے رہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۲)۔

کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو؟ | بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات کا جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ فیضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟ ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے

جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان ان کا آخری رمضان تھا۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک ہم میں سے کس کس کی باری ہے؟۔

اس لیے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کے لیے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے، لیکن اگر تمام رات جاگنا بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی ہی اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ رات کا آخر ہو، کیونکہ اس وقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع رات کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۱)۔

اگر مسلسل دن رات جاگنے کا حکم دے دیا جاتا یا پانچ ہی راتوں کے **حکمت الہی** کے اگر مسلسل جاگنے کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی ہمت نہ کرتے اور اگر بعض کر بھی لیتے تو تندرستی و صحت پر بڑا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے طاق راتوں میں (اکیس، تیس، یعنی ایک رات چھوڑ کر) شب قدر بنا کر ان راتوں کو ایسے عجیب طریقے پر تقسیم کر دیا کہ ایک رات جاگ لیں اور دوسری کو آرام کر لیں، اسی طرح راتوں کا جاگنا بھی ہو جائے اور نیند رستی پر بھی کوئی بڑا اثر نہ پڑے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۹)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
**شَبِّ قَدْرٍ آتِي هِيَ؟**  
تَحْرُ وَاللَّيْلَةَ الْقَدْرُ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ -  
رمشکوۃ شریف عن البخاری)۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔  
تشریح :- جمہور علماء کے نزدیک آخر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام سے کہ مہینہ ۲۹ تاریخ کا ہو یا ۳۰ تاریخ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی راتوں میں تلاش کرنا چاہیے اگر مہینہ ۲۹ دن کا ہو، جب بھی آخر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔



حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا رمضان کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عشرہ اول اور عشرہ آخر میں تلاش کرو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں مشغول ہو گئے، میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضور! یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے اور نہ بعد میں ہوئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو، بس اس کے بعد کچھ نہ پوچھو۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شبِ قدر تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالک رحمہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں جمہور علماء رحمہ کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔

بہر حال ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں کوشش کرنا چاہیے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنی چاہیے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو رمضان المبارک کے آخر عشرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے، اور اگر خدا نخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بارہ سمجھنا ہی چاہیے، اگر تا سید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور رزقیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، اگر میسر نہ ہو تو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب و عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال ہی ضرور کرنا

ہونا چاہیے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک از مسؤل - ۳۹ تا ۴۴)۔

**سات کا عدد اور شب قدر** | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے شب قدر معلوم کرنے کے لیے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لیے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات۔ اور دریا بھی سات۔ صفا اور فروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں۔ آدمی کی تخلیق و پیدائش بھی سات اعضاء سے ہوئی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بناتے گئے ہیں، یعنی دو کان، دو نتھنہ، دو آنکھیں، ایک منہ۔ رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی قراتیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے۔ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحاب کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی۔ یوسف علیہ السلام بھی سات برس تک جیل خانے میں رہے، سورہ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا وہ بھی سات تھیں۔ قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی۔ فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے، پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو۔ نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی شہر ال میں حرام ہیں۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کتابرتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اُسے دھونا چاہیے، پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی



سے۔ سورۃ انا انزلناہ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔

حضرت عاتشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہ شباط یعنی پھاگن کے اور چار دن آور یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کر دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شہید بھی سات طرح کے ہیں۔ ۱۔ وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔ ۲۔ وہ جو طاعون کی بیماری میں مرے۔ ۳۔ وہ جو جل کی بیماری سے مرے۔ ۴۔ وہ جو پانی میں ڈوب کر مرے۔ ۵۔ وہ جو آگ میں جل جانے سے مرے۔ ۶۔ وہ جو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے مرے۔ ۷۔ اور وہ عورت جو نفاس کی حالت (ولادت) میں مر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی ہے۔ ۱۔ آفتاب، ۲۔ چاشت کا وقت، ۳۔ چاند، ۴۔ دن، ۵۔ رات، ۶۔ آسمان، ۷۔ اور جس نے آسمان و زمین کو بنایا۔ (یہ کل سات ہوتے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شبِ ندرِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ اندازہ لال ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔

قرآن کریم میں سورۃ قدر میں سَلَّمَ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

**سوال :- شب قدر کو رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟**

کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے۔ تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا اور اسی شب میں قرآن شریف کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہو گا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا تم قرآن کرنا کیسا ہے؟

**جواب :-** شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرآن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے۔ اور ظن غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے، لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی داکھ کر دیا جائے ظن غالب کی بنا پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل اور مستحب ہے۔ یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کر دینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے۔ عبادت تلاوت، نماز وغیرہ کے لیے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۱۱۱)۔

**شب قدر کی علامت**

وَمِنْ أَمَارَاتِهَا لَيْلَةُ الْبُرْجِ  
صَافِيَةٌ سَاحِيَةٌ لَاحِازَةٌ وَلَا بَارِدَةٌ  
كَأَنَّ فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا وَلَا يَتَّجِلُّ أَنْ يَزْهِيَ بِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةُ  
حَتَّى الصَّبَاحِ وَمِنْ أَمَارَاتِهَا أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيحَتُهَا  
لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَةً كَأَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَدَّثَنَا  
اللَّهُ عَلَى الشَّيْطَانِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ - (در منثور عن  
أحمد والبيهقي)۔

**ترجمہ :-** اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار



ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل، گویا اس میں  
 اُنوار کی کثرت کی وجہ سے، چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات میں صبح تک ستارے شیاطین  
 کے نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح  
 کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار مکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا  
 کہ چودھویں رات کا چاند۔ اشد جل شانہ نے اس دن آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت  
 شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے  
 وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

تشریح :- اس حدیث میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں جن کا مطلب  
 صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں  
 اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص  
 اس رات کے بعد صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت  
 بہت سی روایات احادیث میں وارد ہوئی اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور  
 علامتیں لازمی اور ضروری نہیں ہیں۔ (فضائل رمضان ص ۳۷)۔

حدیثوں میں شب قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں  
 سمجھ لو کہ یہ شب قدر ہے :-

(۱)۔ سب سے صحیح پہچان شب قدر کی یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے  
 تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا  
 ہے۔ (یعنی شرح بخاری ص ۳۶۵ ج ۵)۔ یہ پہچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور  
 ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

(۲)۔ وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے۔ (مسند احمد رواہ العینی ص ۳۶۵)۔

(۳)۔ اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے، نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر ص ۴۳ ج ۴)۔

(۴)۔ اس رات میں آسمان میں تارے ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر سے ادھر نہیں جاتے۔

(ابن کثیر ص ۴۳ ج ۴)۔

(۵)۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ (یعنی مشکوٰۃ ج ۵) لیکن یاد رہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی، اور شاید بہت مسوں کی تو سمجھ میں بھی آئے۔ (۶)۔ بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھاری پانی میٹھا ہوتا ہے۔ (العرف الشذی مشکوٰۃ)۔

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمت الہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔ (۷)۔ بعض لوگوں کو کوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے، لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کو اس کے چکر میں نہ پڑنا چاہیے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَنِّي لَيْلَةَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ تُجِبُّ الْعَفْوَ عَنِّي۔ (ترمذی و فی المشکوٰۃ)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہم سے آخر تک یہ دعا بتائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے اللہ! توبے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرما دے مجھ سے بھی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

تشریح:۔ یہ نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ (فضائل رمضان ص ۱۲)۔

۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

(قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر صلوة التسبیح کے چند ضروری مسائل اور طریقہ نماز پیش ہے۔



سبھی اعمال کیے جائیں۔ اس طرح ہر قسم کے اعمال کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا، اور اڈل بدل کر عبادت کرنا آسان بھی ہوگا۔ کبھی تلاوت کرنے لگے تو کبھی تسبیحات میں مشغول ہو گئے۔

اس رات میں مسجدوں میں جمع ہونے اور باقاعدہ تقریریں وغیرہ کرنے کرانے سے اگرچہ یہ توفائدہ ہوتا ہے کہ ہل چل کر جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر اس کی ہمیشہ پابندی کرنا اور بہت زیادہ اہتمام کرنا اچھا نہیں۔ علماء نے اس کو پسند نہیں کیا۔ مراقی الفلاح ص ۱۱۹ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شبِ قدر میں جاگنے کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کی قیمت وہ حضرات ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔

دوسری ایک ضروری بات یہ ہے کہ ستائیسویں رات کو بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ آج ہی شبِ قدر ہے، حالانکہ غلط ہے کہ ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شبِ قدر ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہے کہ پھر وہ کسی اور رات کو جاگنے، عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جب کہ اس کے چھپانے کا ایک بڑا راز ہی یہ ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں بہت سی باتوں میں عبادت کیا کریں۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)۔

(قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر صلوٰۃ التسبیح کے چند ضروری مسائل اور طریقہ نماز پیش ہے۔

اگر کوئی صاحب ہمت مبارک راتوں میں طویل عبادت کرنا چاہے تو یہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ محمد رفعت قاسمی (غفرلہ)۔

## صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پڑنے بھی اور نئے بھی، بھٹول چوک سے ہونے والے بھی، اور دانستہ ہونے والے بھی، اصغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور غلانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل نماز التسبیح ہے)۔ (میرے چچا، اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔) (ابوداؤد واہب ماجہ)۔

## اس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز تسبیح کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص)



نفلی نمازوں میں، بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔

اللہ کے جو بندے ان اذکار، رُعاؤں پر قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کر سکیں اور اس وجہ سے ان اذکار و دعوت والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کے لیے یہی صلوٰۃ التَّسْبِيحِ اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح و تحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے۔ اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کو اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

## صلوٰۃ التَّسْبِيحِ کی خاص تاثیر

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا: **أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي الشَّقَارِ وَنُرُفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِئُ الشَّرَّاتِ** (سورۃ ہود، پارہ ۱۰)۔

لیکن اس تاثیر میں "صلوٰۃ التَّسْبِيحِ" کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی اس کی برکت سے بندہ کے اگلے پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو "صلوٰۃ التَّسْبِيحِ" کی تلقین کرنے کے بعد ان سے فرمایا:۔

**"فَإِنَّكَ لَوُكُنْتَ أَكْظَمُ أَهْلِ الْأَرْضِ ذُنُوبًا غُفِرَ لَكَ بِذَلِكَ"**

یعنی تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گئے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے گا۔ (معارف الحدیث ص ۳۴۳ جلد ۳)۔

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ شامی، علم الفقہ صفحہ ۲۹ جلد دوم

## صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے

سوال :- صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، کیا اور اتنی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب :- حدیث شریف میں ہے "اَسْتَبَا الْأَعْمَالُ بِالْمَسِيَّاتِ الْخَرِشْكَو" شریف کتاب الایمان، پس مدار ثواب کائنات پر ہے۔ اگر لوجہ اللہ خالص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو تعلیم فرمائی تھی، وہ ان کی خصوصیت نہ تھی۔ جیسے آپ کی دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم و بشارت ثواب عام تھی (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۳ جلد ۴)

## صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر باقاعدہ اجہام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۳ جلد ۴۔ بحوالہ رد المحتار ص ۳۶۳ جلد اول باب الوتر النوافل)۔

## تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا

سوال :- رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھانی جاتی ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہذا ان کو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

جواب :- اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس سے نماز ثواب شدہ نمازوں کا کفارہ نہیں ہوتا



یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۴ جلد ۱۴)۔

## نماز میں ہاتھ کی کیفیت

سوال: - صلوٰۃ التسبیح کے قوسہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟  
جواب: - کھلے رکھنا ہی معمول ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۴ جلد ۱۴)۔

## نماز کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہیے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔ نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے: - نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ أَرْبَعَةَ رَكَعَاتٍ صَلَاةَ التَّسْبِيحِ - یا اردو میں یوں کہے "میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، (یاد دل میں خیال کر لے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے، تکبیر تحریر یہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پوری پڑھ کر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پھر اَعُوذُ بِاللَّهِ اور بِسْمِ اللَّهِ پڑھ کر الْحَمْدُ شَرِيفٌ اور اس کے ساتھ اور سورت پڑھے، اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں الْحَمْدُ شَرِيفٌ سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعداً الْحَمْدُ اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع

فوقِ قوسے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے  
اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد  
اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ اَلْحَمْدُ اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے  
بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی اَلْحَمْدُ اور سورت کے بعد دس مرتبہ  
اور التحیات کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی  
درود شریف کے بعد دس مرتبہ باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی شریف  
میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے  
اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں  
روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (دشنامی)۔

## تسبیح کے شمار کا طریقہ

اس نماز کی تسبیحیں چوں کہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام  
دکھڑے ہونے کی حالت میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس  
لیے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں  
خشوع نہ ہوگا لہذا فقہار نے لکھا ہے کہ ان کے گنتے (شمار) کے لیے کوئی علامت مقرر کرنے  
مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا لے، پھر دوسری کو، اسی طرح  
تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں  
یکے بعد دیگرے اسی طرح دبائے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے۔ انگلیوں کے  
پوروں پر نہ گننا چاہیے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطے کہ  
پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (دشنامی، علم الفقہ ص ۵ جلد ۲)۔

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَاللَّهُ أَكْبَرُ) ہونی چاہیے اس سے کم نہ ہونی چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۲ جلد اول)۔



## اگر نماز تسبیح میں ٹھہول ہو جائے؟

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں روگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ منہ جلد ۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح ٹھہول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ منہ جلد اول)۔

## تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا عَمَلٍ يُحِبُّكَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْبَرَاءَةِ لِإِيمَانِنَا  
وَلِإِحْتِسَابِنَا بِحُزْمَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ  
عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَزْوَاجِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالذِّكْرِ  
آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مورخہ ۲۰ رجب ۱۴۱۲ ہجری - مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۹۲ عیسوی

مکتبہ: محمد انور دیوبند ۲۹۲

گواہی قدر مکرم جناب حافظ نور محمد صاحب مدظلہم

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گران نامہ سوئوں سوا۔ آنجناب کے سوالات کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ شب براءت کے بارہ سو فضیلت کی جوں روایات درجہ حسن تک پہنچی ہوئی ہیں  
میرا اس بارے میں جملہ روایات تقریباً مندرجہ ذیل سے گراں سے مراد ہیں، ان میں  
کئی اگرچہ التوازی طور پر سداً متکلم فیہ ہیں، لیکن مجھ کے کو بی اصل نہیں  
کہا جاسکتا، لہذا تسلیم ہی ہے کہ شب براءت میں سبوت فضیلت رکھنے  
الغیہ اس بات میں کوئی بظہر عن عبادت ثابت نہیں۔ جس عبادت کو بھی  
توثیق ہو جائے، کرنی چاہئے۔

والسلام علیکم

احقر

محمد تقی عثمانی نقشبندی  
دارالسلام کراچی

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۰۵ھ

یہ مکتوب محض جناب حافظ نور محمد صاحب مدظلہم کے توسط سے  
بہیں دستیاب ہوا ہے۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم  
نے جہاں بہت سے علمی اشکالات کے جوابات مرحمت فرمائے ہیں، ان میں  
سے ایک شب براءت کے متعلق بھی ہے۔

مناسب معلوم ہوا کہ اس کو کتاب کے آخر میں شامل کتاب کر دیا جائے۔

گوارنٹیج ٹاؤن، یکم رجب ۱۳۰۵ھ



## مؤلف کی دوسری کتابیں

### مسائل نماز جمعہ

- ① جمعہ کی وجہ تسمیہ • جمعہ کا حکم و ثبوت • جمعہ کے فضائل • نماز جمعہ کی حکمتیں • جمعہ کے آداب و مستحبات • جمعہ کے دن مقبولیت کی ایک گھڑی •
- ② جمعہ کے دن کے غسل کی ابتداء • غسل کے فوائد و فرائض •
- ③ نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں • جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں • ہندوستان میں نماز جمعہ کا حکم • دیہات وغیرہ کے احکامات •
- ④ جمعہ کے دن کے اعمال کیا ہیں؟ •
- ⑤ امام و خطیب سے متعلق مسائل • معذورین کے لیے احکامات •
- ⑥ نماز جمعہ کا وقت • نماز کے لیے کب روانہ ہوں؟ • نماز جمعہ سے متعلق احکامات •
- ⑦ جمعہ کے دن اذان اور اس کے متعلقہ احکامات •
- ⑧ جمعہ کی سنتیں • سنت و نوافل کے فوائد و احکامات •
- ⑨ خطبہ کیا ہے؟ • خطبہ کس زبان میں ہوا اور متعلقہ احکامات •
- ⑩ نماز جمعہ کی نیت • صف بندی کے احکام • سترہ کے احکام • نماز میں شرکت کے احکام • اور نماز جمعہ کے متعلقہ احکامات •

مکتبہ رضی	مکتبہ رضی	مکتبہ رضی
مسائل عیدین و قربانی	مسائل آداب ملاقات	مسائل شہادت و شہادہ
یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر اس کتاب سے ملاقاتیں ہو سکتی ہیں اس کتاب میں مبارک آیتوں کے جامع سچے سچے عیدین، عطرہ ملاقات بیان کیے گئے ہیں۔ فضائل و مسائل و اعمال قرآن و قربانی، حقیقہ کے مسائل جمع جن سے واقف نہ ہو سکتے ہیں۔ حدیث کی روشنی میں جسے کر دیئے ہیں۔		
مکتبہ رضی	مکتبہ رضی	مکتبہ رضی
کراچی	کراچی	کراچی



# الحيلة الناجزة

## (مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل)

آج کل جاہل اور بے رحم شوہروں کے ظلم اور زیادتی کی شکایت عام ہوتی جا رہی ہے، بعض لوگ مفلکوں کی طرح ہو جاتے ہیں، بعض بیوی چھوڑ کر باہر چلے جاتے ہیں اور کسی قسم کی خبر نہیں لیتے۔ بعض پاس رہتے ہوئے وسعت کے باوجود بیوی کا نان نفقہ (مفروقہ) اور دوسرے حقوق ادا نہیں کرتے۔ بعض مجنون ہو جاتے ہیں یا عین (نامرد) ہوتے ہیں۔

اور ہندوستان میں چونکہ قاضی شرعی موجود ہیں اس لئے ان عورتوں کے بارہ میں ایک اعتراض و شبہ پیدا ہونا تھا کہ ایسی عورتیں معیبت میں مبتلا ہیں اسلام نے ان کو نجات دلانے کیلئے کوئی راہ نہیں دکالی۔

۶۔

اس لئے ضرورت تھی کہ ان عورتوں کے لئے کوئی شرعی حکم نجات دلانے کے لئے تحقیق کے ساتھ بیان کیا جائے۔ الحمد للہ کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور پانچ سال کی غور و خوض اور علماء مدینہ طیبہ سے بار بار مکاتیب اور علماء دیوبند و سہارنپور سے بار بار شور و غوغا کے بعد پر عظیم الشان کثیر الفائدہ کتاب مرتب فرما کر علماء کرام سے تصدیقات بھی حاصل کیں۔ حضرت تھانوی نے اس اعتراض کا جواب مدلل و مفصل دیا ہے اور بتایا کہ قاضی شرعی موجود نہ ہونے کی صورت میں مذکورہ عورتوں کے لئے شرعی حل موجود ہے، اور فقہ حنفی سے وہ تمام جزئیات و مسائل مستنبط کر کے پیش کئے ہیں جو اس مشکل کا حل ہیں۔

کاغذ، طباعت، کتابت، عمدہ قیمت

مدیر صفیر شرح تخومیر (اردو) اردو زبان میں تخومیر کی یہ لاجواب اور دلچسپ شرح ہے جس کو ساتھیوں نے کئی برسوں کی محنت میں مولانا فاروقی الصغری صاحب مرحوم سابق مدرس دارالعلوم دیوبند نے سوال و جواب کے طرز پر لکھے انداز میں تحریر فرمایا ہے، ہر مسئلہ کو اتنا آسان اور واضح کر دیا ہے کہ غیب سے بھی آسانی سمجھ سکتا ہے۔ طباعت عمدہ، قیمت

مکتبہ صفیر دیوبند (یو پی) انڈیا پاپ ۲۲۷۵۵۲